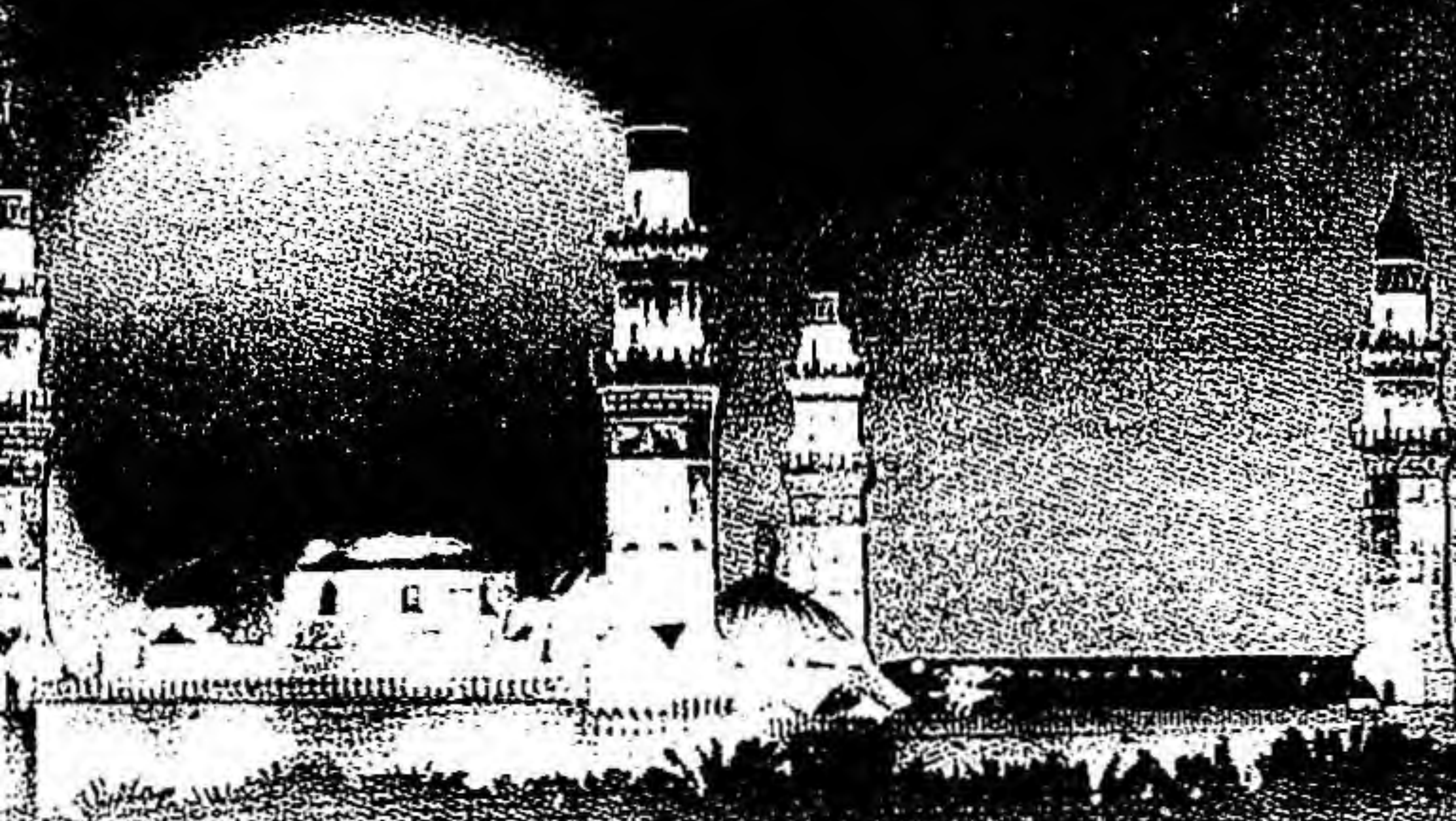
مختصر سیرت نبوی ﷺ

مولانا محمد عبدالرحمن استاذ حدیث وتفسیر



ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی ۶

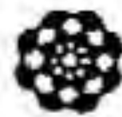


مختصر سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

پاکیزہ نسب ۔ ولادتِ پاک ۔ اسمِ پاک ۔ صورتِ پاک ۔ حیاتِ پاک ۔ وفاتِ پاک ۔ ازواجِ پاک ۔ اولادِ پاک ۔ خدّام ۔ سُفراء و گھریلو اثاثہ جات
اور آپکے ایکسو ایک پاکیزہ و مقدس

عادات واطوار کا

"مستند تذکرہ"



تالیف:-

مولانا محمد عبد الرحمٰن صاحب
استاذ حدیث و تفسیر و ناظم (اوّل) مجلسِ علمیہ حیدرآباد
خلیفہ مجاز حضرت محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی

ناشر:-
ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی ۶

باسمہ تعالیٰ

نام کتاب :- مختصر سیرتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

تالیف :- مولانا محمد عبدالرحمٰن حیدرآبادی

کتابت :- ظہیر احمد مظفر نگری

مصحح :- مولانا محمد عمران صاحب قاسمی

طباعت :- شعیب پرنٹرس دہلی ۶

سن اشاعت: اکتوبر ۲۰۰۴ء

اہتمام :- فیض الرحمٰن ربانی

قیمت :- پچیس ۲۵ روپیہ

ناشر

ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی ۶

۳۲۱۰۱۱۸ — ۳۲۱۷۸۴۰

فہرست مضامین مختصر سیرتِ نبوی

نعت شریف

مکیؔ، مدنیؔ، ہاشمی و مُطّلبی ہے — آدم کے لئے فخر یہ عالی نسبی ہے
پاکیزہ تر از عرش و سما جنّتِ فردوس — آرام گہِ پاک رسُولِ عربی ہے
آہستہ قدم نیچی نگاہ پست صدا ہو — خوابیدہ یہاں روحِ رسولِ عربی ہے
اے زائرِ بیتِ نبوی یاد رہے یہ — بے قاعدہ یاں جنبشِ لب بے ادبی ہے
کیا شان ہے اللہ رے محبوبِ نبی کی — محبوبِ خدا ہے وہ جو محبوبِ نبی ہے
بجُھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابرِ کرم آج — جو آگ مرے سینے میں مدّت سے لگی ہے

"از علّامہ سیّد سلیمان ندویؒ"[1]

---

[1] نوٹ :- حضرت علّامہ سلیمان ندویؒ نے مذکورہ نعت شریف کو مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس کے سامنے برجستہ پڑھا تھا۔ فجزاہ اللہ عن سائر المسلمین خیر الجزاء جزاءً موفوراً۔

افتتاحیہ

دنیا کے تمام مذاہب نے انسانی صلاح و فلاح کیلئے ایک ہی تدبیر بیان کی ہے کہ اس مذہب کے رہبر اور قائد کی تعلیمات اختیار کرلی جائیں۔

لیکن آسمانی مذاہب میں اسلام صرف ایک ایسا آفاقی مذہب ہے جس نے اپنے داعی و پیغمبر کی پوری زندگی کو "عملی نمونہ" قرار دیا اور اسی کی اتباع و پیروی میں دُنیا کی صلاح اور آخرت کی فلاح کو منحصر کر دیا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الآیۃ احزاب آیت ۲۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انسانیت کیلئے بہترین نمونہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک میں دو کامل مکمل نمونے ہیں۔

صُورتِ پاک، سیرتِ پاک

مِلّت کے سیرت نگاروں نے سیرتِ پاک پر ضخیم اور عظیم کتابیں مرتّب کی ہیں لیکن "صورتِ پاک" پر امام المحدثین امام ترمذی (ولادت ۲۰۹ھ وفات ۲۷۹ھ) پہلے سیرت نگار محدّث ہیں جنہوں نے "سیرتِ پاک" کے ساتھ "صورتِ پاک" کے عنوان پر عربی میں ایک وسیع و جامع رسالہ "الشمائل الترمذی" مرتب کیا جو کتبِ احادیث میں عظیم الشان و مستند حیثیت رکھتا ہے۔

ہمارے استاذ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اس عربی رسالہ کا اردو ترجمہ مع ضروری تشریحات "خصائلِ نبوی شرح الشمائل الترمذی" کے نام سے مرتب کیا ہے

جَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ،

شیخ الحدیث کی یہ کتاب "خصائل نبوی" اور حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی شہرہ آفاق کتاب "بہشتی زیور حصہ۸" اور قدیم سیرت نگار محدث امام عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم بن جماعہؒ المعروف ابن جماعہؒ (المتوفی ۷۶۷ھ) کی مستند کتاب "المختصر النّدی فی سیرۃ النبی" سے زیر مطالعہ کتابچہ مرتب کیا جارہا ہے۔ اس مختصر رسالہ میں آپ کی ایک سو ایک ذاتی سیرت پاک کے علاوہ صورت پاک اور اسم پاک کی وضاحت، آپ کا بلند و اعلیٰ نسب نامہ، والدین محترمین کا تذکرہ، رضاعت و کفالت اور بچپن، ازواج مطہرات، بنات طاہرات، کنیزات طیبات، اولاد پاک کا تذکرہ، خدام و خادمات، کاتبین وحی، خطباء و سفراء کرام، مؤذنین عظام و محافظین، نعلین شریفین و لباس پاک، گھریلو اثاثہ جات، سامان حرب و ضرب و جنگی لباس، سواریوں اور جانوروں کی تفصیل اور وفات پاک کا تذکرہ مذکورہ بالا تینوں کتابوں سے لیا گیا ہے۔

اس طرح زیر مطالعہ کتابچہ مختصر سیرت نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی و خانگی و گھریلو سیرت طیبہ کا مستند ذخیرہ ہے جو سیرت کی بڑی بڑی کتابوں میں یکجا نہیں ملتا۔

فَلَكَ الْحَمْدُ يَا رَبَّنَا حَمْدًا عَلٰى مَا اَلْهَمْتَ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْنَا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَاَصْحَابِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمُهْتَدِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

خاکپائے مصطفیٰ
خادم الکتاب والسنہ ـــــ محمد عبدالرحمٰن غفرلہ
حال مقیم جدہ (سعودی عرب)

پاکیزہ نسب

علم تاریخ کے مستند علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ نسب سیدنا آدم علیہ السلام تک تین حصوں میں بیان کیا جاتا ہے۔

سلسلہ نسب کا پہلا حصہ بلا اختلاف منقول ہے اسمیں ناموں کا کوئی اختلاف نہیں اور وہ آپکے والد بزرگوار حضرت عبداللہ سے جد اعلیٰ عدنان تک کے نام ہیں یہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ نقل کیا گیا۔

دوسرا حصہ حضرت عدنان سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام تک ناموں میں کہیں کہیں اختلاف پایا جاتا ہے۔

تیسرا حصہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے سیدنا آدم علیہ السلام کے درمیانی ناموں میں غیر معمولی اختلافات ہیں۔ ناموں کا یہ اختلاف ایک طبعی و فطری حقیقت ہے کیونکہ ناموں کی یہ ساری تفصیلات ماقبل تاریخ سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ علم تاریخ کا وجود سیدنا عیسے علیہ السلام کی وفات یا ولادت سے شروع ہوتا ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھالئے جانے کے کم و بیش ساڑھے پانچ سو سال بعد ہوئی ہے اسلئے آپ کے سلسلۂ نسب میں ناموں کی کمی و بیشی اور اختلافات قرین قیاس بھی ہیں لیکن اس حقیقت سے بھی کوئی اختلاف نہیں کرتا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب کے غیر اختلافی ناموں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

قرآن حکیم نے آپکے خاندان کو پاکیزہ خاندان کہا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (الآیۃ سورۃ توبہ آیت ۱۲۸)

حضرت ابن عباسؓ اور امام زہریؒ نے اَنفَسِکم کے حرف فا پر زبر کی قرأت نقل کی ہے، انفَس کے معنی افضل واشرف ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت وشان والے خاندان سے ہیں۔ (بخاری باب مبعث النبیؐ)

والدینِ محترمین

آپکی والدہ محترمہ کا اسمِ گرامی سیدہ آمنہ تھا سلسلہ نسب اسطرح بیان کیا گیا۔

آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب۔

والدۂ محترمہ آپکے بچپن ہی میں انتقال کر گئیں جبکہ آپکی عمر شریف چھ سال تھی۔

والدِ محترم حضرت عبداللہ نے جو حضرت عبدالمطلب کے بڑے فرزند تھے ایسے وقت وفات پائی جبکہ آپ بطنِ مادر میں چھ ماہ کے تھے۔

اور حضرت عبدالمطلب نے اس وقت وفات پائی جبکہ آپ کی عمر شریف آٹھ سال تھی۔

صلی اللہ علیہ وسلم

ولادتِ پاک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ آپکے اپنے شہر مکۃ المکرمہ میں عام الفیل (اصحاب الفیل والے سال) ماہ ربیع الاول دوشنبہ (پیر) کے دن صبح صادق کے وقت خواجہ ابوطالب کے مکان میں ہوئی۔ اس مقام کو "مولدُالرسول" کہا جاتا ہے جو مروہ پہاڑی کے بائیں جانب سڑک کے کنارے واقع ہے (آجکل ۱۴۱۸ھ اس مقام پر دارالمطالعہ کی مختصر عمارت بنادی گئی ہے) آپکی تاریخِ ولادت کے بارے میں چار مشہور قول نقل کیے گئے ہیں۔

۱، ۸، ۹، ۱۲ ربیع الاوّل (عام الفیل)

تحقیقی روایات ۱ یا ۹ ربیع الاوّل کے بارے میں ہیں۔ سنِ عیسوی کے مطابق آپکی پیدائش ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تھی۔ (سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۷۲)

عثمان بن العاص کی والدہ سیدہ فاطمہ بنت عبداللہ کہتی ہیں کہ ولادت کے وقت میں سیدہ آمنہ حجرے میں تھی اسوقت سارا مکان نور سے بھر گیا تھا اور آسمان کے ستارے مکان پر جھک پڑے تھے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۲۶)

خود سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے ہیں تو نہایت نظیف و پاکیزہ تھے بدن پر کسی قسم کی آلائش نہ تھی، تاریخی روایت یہی ہے کہ آپ مختون پیدا ہوئے (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۶۴، زرقانی ج ۱ ص ۱۲۴)

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ساتویں دن آپ کا ختنہ کروایا اور اہل خاندان کی دعوت کی اور آپکا نام "محمد" رکھا (صلی اللہ علیہ وسلم)

بعض دیگر مؤرخین نے لکھا ہیکہ آپؐ کا ختنہ حضرت جبرئیل امین نے کیا، بچپن

میں آپ کا شقِ صدر کیا گیا تھا جہاں آپ اپنی رضاعی ماں سیدہ حلیمہ سعدیہ کے ہاں زیر پرورش تھے۔ واللہ اعلم

اسمِ پاکؐ

تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قوم عرب میں اپنے بچوں کا نام "محمد" رکھنا شاذونادر ہی تھا۔[۱] آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نامِ گرامی "محمد" رکھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کا دوسرا اسمِ گرامی "احمد" بھی تھا جو قدیم آسمانی کتابوں میں درج ہے۔ (سورۃ الصف آیت ۶)

آپ کا یہ اسمِ گرامی صحابہ کرام میں معروف و مشہور رہا ہے۔ دربارِ نبوت کے شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر کتبِ احادیث میں اس طرح ملتا ہے۔

صَلَّی اللّٰہُ وَمَنْ یَّحُفُّ بِعَرْشِہٖ ٭ وَالطَّیِّبُوْنَ عَلَی الْمُبَارَکِ اَحْمَدُ

حاملانِ عرش کے فرشتے اور سب پاکیزہ ہستیوں نے بابرکت احمد پر درود بھیجا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاری نے اپنی کتاب "تاریخِ صغیر" میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے چچا خواجہ ابو طالب فرصت کے اوقات میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے،

۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے قوم عرب میں اسم محمد کا رواج بہت کم تھا۔ علامہ ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی (المتوفی ۲۴۵ھ) نے کل سات آدمی اس نام کے شمار کئے ہیں ان میں سے ایک نام محمد بن سفیان بن مجاشع کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے والد نے ایک شامی راہب سے یہ سنا تھا کہ آئندہ پیغمبر کا نام محمد ہوگا تو انھوں نے اپنے مولود بیٹے کا نام محمد رکھ دیا تاکہ اُس نبی کی برکت حاصل ہو۔
(کتاب المحبر صفحہ ۱۳۰ تفسیر ماجدی)

وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ ٭ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّھٰذَا مُحَمَّدٌ

اللہ نے اپنے نام پاک سے آپ کا نام بنایا تاکہ آپ کی عظمت ظاہر کرے پس عرش والا محمود ہے اور آپ محمد ہیں۔
صلی اللہ علیہ وسلم (فتح الباری ج ۶ ص ۴۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے چچا خواجہ ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ
ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ

آپ صاف ستھرے پاکیزہ ہیں۔ آپکے روئے مبارک کے صدقے میں بارش طلب کیجاتی ہے۔ آپ یتیموں کی پرورش کرنے والے اور بیواؤں کی حمایت کرنے والے ہیں۔ (بخاری) صلی اللہ علیہ وسلم

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ آپ کی وفاتِ شریفہ کے بعد جہاں کہیں سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال کا تذکرہ سنا کرتیں تو بیساختہ اپنا یہ شعر پڑھ دیا کرتیں تھیں

لَوَاحِیْ زُلَیْخَا لَوْ رَاَیْنَ جَبِیْنَہٗ ٭ لَاٰثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوْبَ عَلَی الْیَدِ

زلیخا کو طعنہ دینے والیاں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ پاک کو ایک نظر دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے اپنے دل کاٹ لیتیں۔ (بخاری)

جس طرح آپ کا اسم پاک معجز نما ہے صورتِ پاک بھی معجزہ تھی۔ سینکڑوں انسانوں نے صرف آپؐ کے روئے مبارک کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا تھا اور شہادت دی کہ ایسا مقدس و پاکیزہ چہرہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو بلند پایہ یہودی عالم اور اپنی قوم کے سردار بھی تھے جب آپ کو صرف ایک نظر دیکھا تو اعلان کر دیا اَنَّہٗ لَیْسَ بِوَجْہِ کَذَّابٍ،

یہ جھوٹا چہرہ نہیں۔ پھر اسلام قبول کرلیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اسم پاک "محمد" کا سادہ ترجمہ " وہ ذات جس کی تعریف کی گئی ہو،"

عربی لغت کی مشہور کتاب قاموس میں لفظ "محمد" کے یہ معنے لکھے گئے ہیں " وہ ذات جس کی تعریف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوا ہو۔ اَلَّذِیْ یُحْمَدُ مَرَّۃً بَعْدَ مَرَّۃٍ (قاموس)

صلی اللہ علیہ وسلم

علاوہ ازیں صاحب قاموس نے لفظ "محمد" کو تحمید سے مشتق کیا ہے جس کے معنے میں مبالغہ اور تکرار کی صفت پائی جاتی ہے یعنی کسی کام کو ایسے طور پر انجام دینا کہ اسکا کوئی جزء چھوٹنے نہ پائے۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے:

قَتَّلَہٗ تَقْتِیْلًا ٹکڑے ٹکڑے کیا کہ کوئی جزء باقی نہ رہا

قَسَّمَہٗ تَقْسِیْمًا اس طرح تقسیم کیا کہ کچھ باقی نہ رہا

ایسے ہی "محمد" کا ترجمہ وہ ذات جس کا ہر ہر حصہ قابل حمد ہے کہ کوئی حصہ تعریف سے خالی نہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

مذکورہ کتاب قاموس میں لفظ "حمد" کے معنی قضاء الحق بھی لکھے ہیں (حق ادا کردینا) اس لحاظ سے لفظ محمد کے معنی وہ ذات جس کا پورا پورا حق ادا کر دیا گیا ہو۔

صلی اللہ علیہ وسلم

الغرض کمالات نبوت ہوں یا معجزات رسالت ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بھی ایک معجزہ ہے اور یہ زندہ معجزہ آج تک اپنی معنویت کو برقرار رکھے ہوئے ہے اور ابدالآباد تک رہے گا دنیا میں جن جن چیزوں کا ذکر خیر جاری ہے ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر سب پر حاوی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

دربار نبوت کے مدحت سرا حضرت حسان بن ثابت یوں مدح سرا ہوئے ہیں۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ ❊ وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ ❊ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ:۔ میری آنکھوں نے آپ جیسا حسین کہیں نہیں دیکھا، اور نہ آپ جیسا صاحب جمال کسی عورت نے جنا ہے آپ ہر ہر عیب سے پاک و صاف پیدا کیے گئے ہیں گویا آپ اپنی خواہش و مرضی کے مطابق پیدا ہوئے ہیں۔

ماضی قریب کے غیر معروف شاعر لطف بدایونی نے آپ کے حسن و جمال کو جس خوبصورتی سے ادا کیا ہے اردو مدحت سرائی میں ایسا عنوان نظر نہیں آتا۔

رُخِ مصطفٰے ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

صلی اللہ علیہ وسلم

البتہ فارسی زبان میں اسی عنوان کو اس طرح ادا کیا گیا،

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام !
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ترجمہ:۔ کائنات چھان ڈالی اور حسینان جہاں کو خوب دیکھ لیا لیکن آپ کا حسن و جمال ہی کچھ اور ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت نگار اور صورت نگار تمام مورخین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و اخلاق عالیہ بیان کرنے کے بعد یہ جملہ ضرور لکھا کرتے ہیں۔

لَمْ اَرَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ

ہم نے آپ جیسا با جمال و باکمال نہ پہلے دیکھا نہ آپ کے بعد۔

صلی اللہ علیہ وسلم

زندہ معجزہ:۔ اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معنویت کی زندہ شہادت آپ کا وہ "ذکرِ خیر" ہے جو حسب ذیل موقعوں پر لاکھوں انسانوں کی زبانوں پر آج بھی دیکھا اور سُنا جاتا ہے اور قیامت تک سنا جائے گا۔

کلمہ طیبہ میں، اذانوں میں، نمازوں میں، دعاؤں میں، محرابوں میں، منبروں پر، وعظوں میں، درسگاہوں میں، خانقاہوں میں، مسجدوں میں، محفلوں میں، خلوت کدوں میں، میدانوں میں، سمندروں میں، خلاؤں میں، سفر میں، حضر میں، اٹھتے بیٹھتے، جاگتے سوتے، چلتے پھرتے اسم پاک محمد رسول اللہ کا لامتناہی سلسلہ شب و روز شمالاً جنوباً، شرقاً، غرباً، زمین و آسمانوں، عرش و فرش میں، جن و انس اور فرشتوں کی زبانوں پر جاری و ساری ہو رہا ہے اور خود رب العزت والجلال بھی ہر آن اپنی خصوصی رحمتیں نازل فرما رہے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا، الآیۃ
صلی اللہ علیہ وسلم

صورتِ پاکؐ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و اخلاق بیان کرنے والوں میں حضرت ہند بن ہالہؓ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، یہ بزرگ اُم المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے پہلے شوہر (ابو ہالہ) کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، احادیث کی کتابوں میں انھیں "وصّافِ رسول اللہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے والے)

حضرت حسن بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ہالہؓ سے

اپنے نانا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حُلیہ مبارک دریافت کیا[1]۔

ماموں جان نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات والاصفات میں خصوصی شان والے تھے، دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے باوقار تھے، آپ کا چہرۂ مبارک بدرِ کامل کی طرح منور تھا، آپ کی قامت متوسط قد والے سے کسی قدر دراز تھی لیکن دراز قد والے سے نسبتاً پست، سر مبارک اعتدال کے ساتھ کچھ بھاری تھا، گیسوئے مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے گنجان تھے۔ بالوں میں از خود مانگ نکل آتی ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے اور جب آپ کے بال دراز ہوتے تو کان کی لو سے کچھ آگے ہو جاتے۔ آپ کا رنگ مبارک نہایت صاف ستھرا مائل بہ سُرخی تھا اور پیشانی مبارک کشادہ تھی، آپ کے ابرو خم دار باریک اور گھنے تھے، دونوں ابرو جُدا جُدا ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے، ان دونوں ابرو کے درمیان ایک باریک رگ تھی جو غصہ کے وقت اُبھر جاتی تھی (اسی حالت پر صحابہ آپ کا ناراض ہونا پہچان لیتے تھے) آپ کی مبارک ناک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک و نور ظاہر ہوتا تھا، پہلی نظر میں دیکھنے والا آپ کی مبارک ناک کو دراز محسوس کرتا تھا لیکن دوبارہ دیکھنے پر معلوم ہوتا تھا کہ حُسن و چمک کی وجہ سے دراز معلوم ہو رہی ہے۔ آپ کی ڈاڑھی مبارک بھرپور اور گھنی تھی، چشم مبارک کی پتلیاں نہایت سیاہ و چمکدار تھیں، رُخسار مبارک نہایت ہموار ہلکے پھلکے تھے، دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ منہ نہ تھا) دندانِ مبارک باریک آبدار تھے اور ان کے درمیان خفیف سا فصل تھا (جب آپ کلام فرماتے تو دانتوں کے درمیان سے روشنی پھوٹتی تھی) سینۂ مبارک

[1] حضرت حسنؓ کی عمر شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سات سال تھی اور حضرت حسینؓ ان سے بھی کم عمر تھے۔

سے ناف تک بالوں کی ایک باریک سی لکیر تھی، گردن مبارک خوبصورت صراحی دار، تراشی ہوئی گردن کیطرح تھی اور رنگت میں صاف ستھری چاندی جیسی، آپکے سارے اعضاء نہایت معتدل اور پُرگوشت تھے، بدن مبارک گٹھا گٹھا سا تھا، شکم اور سینہ مبارک ہموار لیکن سینہ مبارک فراخ وکشادہ تھا، آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں (جو مضبوطی وطاقت کی علامت ہوا کرتی ہیں) کپڑے اُتارنے کی حالت میں آپ کا مبارک بدن روشن و چمکدار نظر آتا تھا، شکم مبارک پر بال نہ تھے البتہ سینہ اور ناف کے درمیان بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، دونوں بازؤں اور کندھوں اور سینۂ مبارک کے بالائی حصے پر بال تھے، آپ کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں اور قدم مبارک گداز اور پُرگوشت تھے ہاتھ اور پیر کی انگلیاں تناسب کے ساتھ درازی مائل تھیں، آپ کے تلوے مبارک کسی قدر گہرے تھے اور قدم مبارک ہموار کہ پانی ان پر ٹھیرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا، جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اُٹھاتے اور مائل بہ خم ہو کر آگے بڑھتے، قدم مبارک زمین پر آہستہ پڑتا تھا، آپ چلنے میں کچھ کشادہ قدم رکھتے تھے، چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپ چلا کرتے تو ایسا معلوم ہوا کرتا گویا بلندی سے پستی میں اُتر رہے ہیں، جب کسی کی جانب متوجہ ہوتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے۔

آپ کی نظریں عموماً نیچی رہا کرتی تھیں، آپ کی نگاہ بہ نسبت آسمان، زمین کی طرف زیادہ رہا کرتیں، عادتِ شریفہ گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی (یعنی کسی کو گھور کر دیکھنے کی عادت نہ تھی)

جب مِلکر چلا کرتے تو صحابہ کو اپنے آگے کر دیتے، مل جُل کر چلنے کی عادتِ شریفہ تھی اور جب کسی سے ملاقات فرماتے تو آپ خود پہلے سلام کرتے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا اس وقت آپ سرخی مائل لباس زیب تن تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ کے رُخِ انور کو دیکھتا بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ حسین وجمیل ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابواسحقؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت براء بن عازبؓ سے پُوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس کیا تلوار کی طرح شفاف تھا؟ فرمایا، نہیں بلکہ بدرِ کامل کیطرح روشن تھا۔

صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ سعدیؒ آپ کی ثناخوانی کا حق اس طرح ادا کرتے ہیں۔

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَر ۔ مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَر
لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقَّہٗ ۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

صلی اللہ علیہ وسلم

اسماءِ پاک

جیسا کہ بیان کیا گیا آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا اسم گرامی "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا۔ علاوہ ازیں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد اپنے چند اور اسماء بھی ارشاد فرمائے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

اَحْمَدُ، اَلْمَاحِیْ، اَلْحَاشِرُ اَلْعَاقِبُ، اَلْمُقَفِّیْ، نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ،

اَلْعَاقِبُ، اَلْمُقَفِّیْ (آخر الانبیاء) اَلْمَاحِیْ کفر کو مٹانے والا، اَلْحَاشِرُ حشر کے دن سب سے پہلے

نَبِيُّ الْمَلْحَمَةِ، اَلْفَاتِحُ، عَبْدُ اللّٰهِ، بخاری ج۱ ص۳۲۵، مسلم و ترمذی

آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں قبیلہ کنانہ کو منتخب فرمایا پھر قبیلہ کنانہ سے قبیلہ قریش کو منتخب کیا پھر قبیلہ قریش سے بنو ہاشم کو منتخب کیا پھر بنو ہاشم میں سے مجھ کو منتخب فرمایا۔ (مسلم شریف)

صلی اللہ علیہ وسلم

دُودھ پلانے والی خواتین

پیدائش کے بعد چند یوم تو والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا پھر آپ کے چچا ابولہب کی آزاد کردہ کنیز سیدہ ثویبہ رضی اللہ عنہا نے مزید چند یوم اپنا دودھ پلایا، پھر کچھ دن بعد قبیلہ بنو سعد کی شریف خاتون سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مستقل پرورش کے لئے اپنے قبیلہ بنو سعد لے آئیں جیسا کہ اس زمانے میں بچوں کی پرورش کا یہ رواج تھا، تاریخی روایات میں مذکور ہے کہ انہی دنوں فرشتے آپ کو گہوارے میں بہلایا کرتے تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

سیدہ حلیمہ سعدیہ، آپکے اعلانِ نبوت کے بعد آپ کے ہاں مدینہ منورہ آئیں آپ نے اُن کا اکرام فرمایا، اپنی چادر مبارک بچھائی اور عزت کا معاملہ کیا۔

سیدہ حلیمہ سعدیہ نے اسلام قبول کیا پھر اپنے قبیلہ واپس ہوگئیں۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

اٹھنے والے، نَبِيُّ الْمَلْحَمَةِ غزوات والے۔

کفالت و پرورش

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر بنو سعد سے مکۃ المکرمہ واپس آنے پر آپکے دادا حضرت عبد المطلب نے آپ کی پرورش کی، جب آپ کی عمر شریف آٹھ سال ہوئی دادا جان عبد المطلب کا انتقال ہوگیا۔

پھر آپکے چچا خواجہ ابوطالب نے آپ کی پرورش کی جس کا سلسلہ سرفرازیٔ نبوت کے بعد تک جاری رہا، جب آپ کی عمر شریف پچیس ۲۵ سال ہوئی تو مکۃ المکرمہ کی قریشی معزز خاتون سیدہ خدیجہ بنت خویلد سے جو بیوہ ہو چکی تھیں آپ کا نکاح ہوا، اُس وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف چالیس سال تھی۔

نبوّت و رِسالت

جب آپ کی عمر شریف چالیس سال ہوئی مہینہ ربیع الاوّل کا تھا اور دن دوشنبہ (پیر) کا تھا مکۃ المکرمہ کے "غارِ حراء[1]" جہاں آپ عبادتِ الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے نبوّت سے سرفراز کیا گیا، اور قرآن حکیم کے پارہ ۳۰ سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات جبرئیل امین نے آپ کو پڑھوائی۔ اس واقعہ کے بعد تین سال تک آپ کارِ نبوت مخفی طور پر انجام دیا کرتے تھے پھر نبوّت کے چوتھے سال دعوت و تبلیغ

---

[1] خانہ کعبہ سے بجانب مشرق تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک بلند پہاڑی پر مختصر سا غار ہے جس کی زیارت کے لئے لوگ پہاڑ پر جاتے ہیں۔

علی الاعلان فرمانے لگے۔

عمر شریف کے (۴۸) یا (۴۹) سال میں آپکے چچا خواجہ ابوطالب کا انتقال ہوگیا، اس حادثہ کے تین یا پانچ دن بعد آپ کی زوجۂ مطہرہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے بھی انتقال فرمایا۔ رضی اللہ عنہا

تاریخِ اسلامی میں اس سال کو عام الحزن کہا جاتا ہے۔ (رنج وغم والا سال)

معجزات

اللہ تعالےٰ نے آپ کو بے شمار معجزات عطا کئے ہیں جن کی تفصیل پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، اس سلسلے کی مشہور و معروف کتابیں دلائل النبوۃ للبیہقیؒ، خصائص کبریٰ للسیوطیؒ، کتاب ابونعیمؒ وغیرہ ہیں۔

آپ کے معجزات کی تعداد امام بیہقیؒ نے ایک ہزار اور امام نوویؒ نے ایک ہزار دو سو اور دیگر محدثین نے تین ہزار نقل کی ہے۔ (فتح الباری ج۶ ص۴۲۵)

سب سے بڑا معجزہ قرآن پاک ہے، جس کی نظیر یا مثال پیش کرنے سے کائنات عاجز و بے بس رہی ہے، عظیم معجزات میں شق القمر، ہاتھ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونا، تھوڑا سا کھانا کثیر انسانوں کے لئے کافی ہوجانا، کنکریوں کا تسبیح پڑھنا، کھجور کے تنے کا بے ساختہ رونا، پتھر کا آپ کو سلام کرنا، اونٹ کا آپ کو سجدہ کرنا اور اپنے مالک کی شکایت کرنا، بھیڑئے کا گواہی دینا، زہر آلود گوشت کا کلام کرنا، غزوۂ احد میں حضرت قتادہ بن النعمانؓ کی آنکھ کا اکھڑا ہوا ڈھیلا دوبارہ آنکھ میں صحیح و سالم رکھ دینا۔ وغیرہ

(تفصیل کے لئے ہدایت کے چراغ جلد دوم مطالعہ کیجئے)

آپکے چچا اور پھوپیاں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ چچا و تایا اور چھ پھوپیاں شمار کی گئیں ہیں۔

چچا:- حمزہؓ، العباسؓ، الحارث، ابوطالب عبد مناف، ابولہب عبد العزیٰ، الزبیر، عبد الکعبہ، ضرار، قثم، المقوم، المغیرہ (جن کا لقب حجل تھا)، الغیداق، العوام،

پھوپیاں:- صفیہؓ، عاتکہ، برّہ، ارویؓ، امیمہ، ام حکیم البیضاء۔

یہ سب حضرت عبد المطلب کی اولاد ہیں، عمر میں سب سے بڑے بیٹے الحارث تھے اور سب سے چھوٹے حضرت عباسؓ تھے۔ ان میں سیدنا حمزہؓ، سیدنا عباسؓ، سیدہ صفیہؓ سیدہ عاتکہؓ اور سیدہ ارویؓ نے اسلام قبول کیا ہے۔ رضی اللہ عنہم

ازواجِ مطہرات

آپ کے ازواجِ مطہرات کی تعداد بارہ اور کنیزات طاہرات کی تعداد چار تھی، جب آپ کی عمر شریف پچیس سال ہوئی تو مکۃ المکرمہ کی قریشی معزز دولت مند خاتون سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ سے جو بیوہ تھیں نکاح ہوا اس وقت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی عمر شریف چالیس سال تھی، بیس عدد اونٹ مہر مقرر ہوا۔

بارہ ازواج کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) ام الہند سیدہ خدیجہؓ بنت خویلد (۲) سیدہ سودہؓ بنت زمعہؓ (۳) سیدہ عائشہ صدیقہؓ بنت ابوبکرؓ (۴) سیدہ حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ (۵) سیدہ زینب بنت خزیمہؓ (۶) سیدہ ام سلمہ بنت امیہ (۷) سیدہ زینب بنت جحشؓ (۸) سیدہ جویریہ بنت الحارثؓ

(۹) سیّدہ ریحانہ بنت یزیدؓ (بعض مؤرخین نے ان کو کنیزات میں شمار کیا ہے)
(۱۰) سیّدہ ام حبیبہؓ رملہ بنت ابی سفیانؓ (۱۱) سیّدہ صفیہ بنت حُیی بن اخطبؓ (۱۲) سیّدہ میمونہ بنت الحارث بن حزنؓ۔

۱: سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ۔

آپؐ کی پہلی زوجہ محترمہ ہیں، مکّۃ المکرّمہ میں سرفرازیٔ نبوّت سے پندرہ سال پہلے جب کہ آپؐ کی عمر شریف پچیس ۲۵ سال اور سیّدہ کی عمر چالیس ۴۰ سال تھی نکاح ہوا۔

سیّدہ کے بطن مبارک سے چار ۴ لڑکیاں زینب، رُقیّہ، اُمِ کلثوم، فاطمہ اور دو ۲ لڑکے قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے لیکن یہ ساری اولاد سوائے سیّدہ فاطمہؓ آپؐ کی حیاتِ پاک ہی میں یکے بعد دیگرے وفات پاگئیں، بعض تو بچپن میں اور بعض جوانی اور شادی کے بعد۔

سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ ہجرتِ مدینہ سے تین سال قبل سنہ نبوت مکّۃ المکرّمہ میں وفات پائی، انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس قبر شریف میں اُتارا، اپنے پیچھے چار لڑکیاں دو لڑکے چھوڑیں۔ پچیس ۲۵ سال آپؐ کی زوجیت میں رہیں، وفات کے وقت (۶۵) سال عمر تھی، آپؐ نے ان کی حیات میں کسی اور خاتون سے نکاح نہیں کیا۔ ان کے انتقال کے بعد سیّدہ سودہ بنت زمعہؓ سے نکاح کیا، سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ حجون جنت المعلیٰ مکّۃ المکرّمہ میں سپردِ خاک ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔

۲: سیّدہ سودہ بنت زمعہؓ۔

سیّدہ سودہؓ کا نکاح ہجرتِ مدینہ سے تین سال پہلے مکّۃ المکرّمہ میں ہوا، سیّدہ کا قد قدرے دراز اور بدن کچھ بھاری سا تھا، مزاج میں لطافت وظرافت تھی، کبھی کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسا دیا کرتی تھیں، ایک رات آپؐ کی نماز تہجد میں شریک

ہوگئیں سلام پھیرنے کے بعد کہنے لگیں یا رسول اللہ آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ میرے ناک میں خون اُتر آیا آپؐ بے ساختہ ہنس پڑے۔ ماہ ذوالحجہ ۲۳ھ سیّدنا عمر الفاروقؓ کی خلافت میں انتقال کیا اور جنّت البقیع میں آسودۂ خواب ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔

۳: سیّدہ عائشہ بنت ابُوبکر صدیقؓ

سیّدہ سودہؓ سے نکاح کے بعد آپؐ نے سیّدہ عائشہ صدّیقہؓ سے ماہ شوّال سنہ نبوّت مکّۃ المکرّمہ میں نکاح کیا جبکہ سیّدہ کی عمر شریف چھ ۶ سال تھی اور رخصتی ہجرتِ مدینہ کے آٹھ ماہ بعد سنہ ھ میں ہوئی اس وقت سیّدہ کی عمر شریف نو ۹ سال تھی، ازواجِ مطہرات میں یہ واحد خاتون ہیں جو غیر شادی شدہ کنواری تھیں باقی تمام ازواج بیوہ یا مطلّقہ تھیں۔

ایک روایت یہ بھی نقل کی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیّدہ عائشہ صدّیقہؓ کو حمل قرار پایا تھا جو ساقط ہوگیا لیکن محدّثین نے یہ روایت موضوع اور بے اصل قرار دی ہے۔ (ابن السّنّی)

نو ۹ سال آپؐ کی زوجیت میں رہیں۔ آنحضورؐ کی وفات کے وقت اٹھارہ ۱۸ سال عمر تھی، ۵۷ھ میں انتقال کیا اس وقت عمر شریف چھیاسٹھ ۶۶ سال تھی، حضرت ابُوہریرہ (رضی اللہ عنہٗ) نے نماز جنازہ پڑھائی، جنّت البقیع میں آسودۂ خواب ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔

۴: سیّدہ حفصہ بنت عمرؓ۔

۳ھ میں آپؐ نے سیّدہ سے نکاح کیا جبکہ ان کے شوہر کا انتقال ہوچکا تھا۔ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی معاملہ میں سیّدہ حفصہؓ کو طلاق دیدی کچھ دیر نہ ہوئی جبریل امین آئے اور اللہ کا یہ پیغام پہنچایا کہ آپؐ اپنی طلاق واپس

لے لیں کیونکہ سیّدہ حفصہؓ "صَوَّامَہ قَوَّامَہ" صفت خاتون ہیں (کثرت سے روزے رکھنے والی رات کو بکثرت عبادت کرنے والی) اور یہ بھی کہ یہ خاتون جنّت میں آپؐ کی بیوی ہونگی آپؐ نے طلاق واپس لے لی۔ (ابن سعد الطبقات الکبریٰ جلد ۸ ص ۵۸ الطبرانی)۔

شعبان ۴۵ھ مدینہ منوّرہ میں وفات پائی، حضرت معاویہؓ کا دورِ حکومت تھا مروان بن الحکم امیر مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی، وفات کے وقت سیّدہ کی عمر شریف ساٹھ ۶۰ سال تھی، جنّت البقیع میں آسودۂ خواب ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔

۵: سیّدہ زینب بنت خُزیمہؓ۔

یہ سخی و فیاض خاتون تھیں زمانۂ جاہلیت ہی میں ان کا لقب اُمّ المساکین ہو چکا تھا، خیر خیرات بہت کیا کرتی تھیں۔ پہلے شوہر عبداللہ بن جحشؓ کے غزوۂ اُحد میں انتقال کے بعد ۳ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے نکاح کرلیا پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا نکاح کو دو تین ماہ گذرے تھے کہ انتقال ہوگیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنّتُ البقیع میں مدفون ہوئیں، انتقال کے وقت تیس ۳۰ سال عمر شریف تھی۔ رضی اللہ عنہا۔

۶: سیّدہ اُمّ سلمہؓ بنت ابی اُمیّہؓ۔

ماہ شوّال ۴ھ میں آپؐ سے نکاح ہوا جبکہ پہلے شوہر ابوسلمہؓ چار پانچ ماہ پہلے انتقال کر گئے تھے، سیّدہ اُمّ سلمہؓ نے ۵۸ھ میں انتقال کیا جبکہ عمر شریف چوراسی ۸۴ سال تھی حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، ازواج نبی میں یہی وہ خاتون ہیں جنھوں نے سب سے آخر میں وفات پائی ہے۔ رضی اللہ عنہا۔ ازواجِ مطہرات میں حسین وجمیل خاتون شمار کی جاتی تھیں۔

سیّدہ اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے سابقہ شوہر ابوسلمہؓ نے کہا تھا

اے اُمّ سلمہؓ آج میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سُنی ہے جو میرے لئے دُنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو کوئی مصیبت یا آفت پہنچے اور وہ اِنّا لِلّٰہ پڑھکر یہ دُعا کرے۔ اَللّٰھُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ هٰذِهٖ اَللّٰھُمَّ اَخْلُفْنِیْ فِیْهَا بِخَیْرٍ مِّنْهَا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا جو اس سے لے لی گئی ہے۔ (مُسلم، ترمذی، ابوداؤد)

سیّدہ اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ابوسلمہؓ کے انتقال کے بعد مجھکو یہ بات یاد آئی جب دُعا پڑھنے کا ارادہ کیا تو خیال آیا کہ مجھکو ابوسلمہؓ سے بہتر شوہر کون ملیگا؟ بہر حال میں نے یہ دُعا پڑھ لی، چنانچہ میری عدّت گزرنے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے از خود اپنا پیام دیا، جن سے بہتر کائنات میں اور کوئی نہیں ہے۔

۷: سیّدہ زینب بنت جحشؓ۔

یہ خاتون آپؐ کی پھوپی اُمیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں (پھوپی زاد بہن) آپؐ سے ۵ھ میں نکاح ہوا، خاندانی نام بَرَّہ تھا آپؐ نے نکاح کے بعد نام تبدیل کردیا اور زینبؓ نام رکھا، یہی وہ خاتون ہیں جنکا نکاح آپؐ سے آسمانوں پر ہوا ہے۔ (الاحزاب آیت ۳۷)

تفصیل کے لئے ہماری کتاب "ہدایت کے چراغ" جلد ۲ ص ۶۶۹ دیکھئے۔

نکاح کے وقت سیّدہ زینبؓ کی عمر شریف پینتیس ۳۵ سال تھی۔ انتقال ۲۰ھ میں ہوا، سیّدنا عمر بن الخطابؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، جنّتُ البقیع میں آسودۂ خواب ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔

۸: سیّدہ جُویریہؓ بنت حارثؓ۔

سیّدہ جویریہؓ قبیلہ بنو المصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں ۵ھ میں آپؐ نے

ان سے نکاح کیا اس وقت سیّدہ کی عمر شریف بیس[۲] سال تھی، اپنے حسن وجمال میں بے مثال تھیں۔ ماہ ربیع الاوّل ۵۰ھ پینسٹھ[۶۵] سال کی عمر میں انتقال کیا جبکہ مدینہ منوّرہ پر مروان بن الحکم امیر تھے۔ رضی اللہ عنہا۔ جنّت البقیع میں آسودۂ خواب ہوئیں۔

۹: سیّدہ اُمّ حبیبہ بنت ابی سفیانؓ

سیّدہ کا نکاح ملک حبشہ میں ہوا، شاہ نجاشی نے یہ نکاح پڑھا ہے۔ قیمتی جہیز کے علاوہ چارسو دینار مہر بھی اپنی جانب سے دیا۔ سیّدہ کی عمر شریف نکاح کے وقت سینتیس[۳۷] سال تھی۔ ۴۴ھ بعمر چوہتر[۷۴] سال مدینہ منوّرہ میں وفات پائی اور جنّت البقیع میں آسودۂ خواب ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔

۱۰: صفیہؓ بنت حُیَیؓ

قبیلہ بنو نضیر کے سردار کی بیٹی تھیں نسبی لحاظ سے یہ سیّدنا ہارون علیہ السّلام کی اولاد سے ہیں۔ غزوۂ خیبر ۶ھ میں قیدی بنکر مدینہ طیّبہ آئی تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کرکے نکاح فرمالیا۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنھیں روتے دیکھا فرمایا کیا بات ہے؟ سیّدہؓ نے کہا عائشہؓ اور حفصہؓ مجھکو اکثر چھیڑا کرتی ہیں اور یہ کہتی ہیں کہ تم تو ایک قیدی بنکر مدینہ طیّبہ آئی تھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم پر احسان کیا آزادی دی اور تم تو یہودی خاندان کی ہو، تم ہماری برابری کیونکر کرسکتی ہو؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفیہؓ تم نے یہ جواب کیوں نہیں دیا کہ تم مجھ سے کیسے بہتر ہوسکتی ہوں میرے باپ تو سیّدنا ہارون علیہ السّلام ہیں اور چچا سیّدنا موسیٰ علیہ السّلام ہیں اور میرے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بہرحال آپؐ نے اُن کی تسلّی فرمادی، اور وہ خوش ہوگئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں ایک دن سب ازواجِ مطہّرات

جمع تھیں آپؐ کی تکلیف وبیقراری دیکھکر سیّدہ صفیہؓ نے کہا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تمنّا ہے کہ آپؐ کی یہ تکلیف مجھکو ملجائے اور آپؐ سکون پائیں، دیگر ازواج نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھ لیا اور ارشاد فرمایا وَاللہِ اِنَّھَا لَصَادِقَۃٌ، اللہ کی قسم یہ سچّی ہے۔ ماہ رمضان المبارک ۵۰ھ میں وفات پائی، جنّت البقیع میں آسودۂ خواب ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔

۱۱: سیّدہ میمونہ بنت الحارثؓ

ماہ ذُوالقعدہ ۷ھ میں آپؐ نے اِن سے نکاح کیا جبکہ عمرۂ حدیبیہ کی قضا کے لئے مکّۃ المکرمہ تشریف لارہے تھے مقام سَرِف میں نکاح ہوا واپسی میں عروسی بھی وہیں ہوئی اور وفات بھی اُسی مقام پر ۵۱ھ میں ہوئی جبکہ سیّدہ کسی سفر میں اس مقام پر پہنچی تھیں، سیّدہ میمونہؓ کی تدفین بھی مقام سَرِف میں ہوئیں۔

سَرِف مکّۃ المکرّمہ اور حُدیبیہ کے درمیان ایک بستی تھی جو آج مکّۃ المکرّمہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ رضی اللہ عنہا۔

مؤرخ ابن سعد لکھتے ہیں کہ یہ آپؐ کی آخری بیوی تھیں جن کے بعد آپؐ نے پھر کسی خاتون سے نکاح نہیں کیا ہے۔ ان کا اصلی نام بَرّہ تھا نکاح کے بعد آپؐ نے اِن کا نام میمونہ رکھا۔

ملحوظہ: سوائے سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ جو حجون جنّت المعلّٰی مکّۃ المکرّمہ اور سیّدہ میمونہؓ جو مقام سَرِف میں آسودۂ خواب ہیں تمام ازواجِ مطہّرات مدینہ منوّرہ کے مقدس قبرستان جنّت البقیع میں آرام کررہی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ اَعْمَالَھُنَّ وَارْفَعْ دَرَجَاتِھِنَّ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ پاکباز خواتین جنھوں نے قرآنی ہدایت کے مطابق (سورہ احزاب آیت ۵۰) اپنے آپکو آپؐ کی خدمت میں بغیر مہر نکاح کیلئے پیش (ہبہ[۱]) کیا

---

[۱] بعض مفسرین نے ایسی خواتین کے یہ نام شمار کئے ہیں۔ خولہؓ بنت حکیم، امّ شریک، میمونہؓ، لیلیٰ بنت حکیم، دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی کوئی بھی خاتون نہ تھی گو آپؐ کو نکاح

اسی طرح آپ نے جن خواتین سے رشتہ کیا تھا لیکن نکاح کی نوبت نہ آئی انکی جملہ تعداد تیس بیان کی جاتی ہے۔ وَاللہُ اَعلم

ازواجِ مطہرات کی مذکورہ ترتیب قولِ مشہور کے مطابق ہے جس کو حافظ ابومحمد عبدالعظیم المنذریؒ نے لکھا ہے اور ان کے شاگرد علامہ شرف الدِمیاطی رح نے اس پر علماء کا اتفاق ظاہر کیا ہے۔ (المختصر النَدِی فی سیرۃِ النبی امام ابن جماعۃ المتوفی ۷۶۷ھ)

کنیزاتِ طاہرات

کنیزات ایسی خواتین کو کہا جاتا ہے جو کسی حادثہ جنگ و جدال میں قیدی ہوجائیں پھر انھیں مالِ غنیمت کیطرح فاتحینِ جنگ میں تقسیم کردیا جاتا ہو جن کے وہ مالک ہوجایا کرتے تھے اور خرید و فروخت کا سلسلہ ان میں جاری ہوا کرتا، ماقبل اسلام یہ رواج ہر مذہب میں تھا لیکن اسلام نے اس عمل کی ہمت افزائی نہیں کی بلکہ غلامی کے ناسور کو تدریجی طور پر ختم کردیا، اور آج جب جہادِ اسلامی میں جو غیر مسلم خواتین گرفتار ہوکر آتی ہیں اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک اور آزادی کی ترغیب دی ہے اور بہت سارے ایسے طریقے نافذ کئے ہیں جنہیں انھیں آزاد کردیا جاتا ہے۔

کتاب زاد المعاد میں ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار کنیزات تھیں (۱) سیدہ ماریہ بنت شمعون قبطیہؓ جن سے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؓ پیدا ہوئے ہیں، اس مبارک خاتون کو اسکندریہ (مصر) کے بادشاہ مقوقسؔ نے جسکا نام جُریج بن مینا تھا آپ کی خدمت میں چند تحائف کے ساتھ انھیں ہدیہ کیا تھا۔

کرنے کا اختیار تھا لیکن آپنے یہ اختیار استعمال نہیں فرمایا۔ (بیان القرآن حکیم الامتؒ)

(۲) سیدنا ریحانہؓ (بعض مؤرخین نے انھیں زوجۂ مطہرہ لکھا ہے)
(۳) ایک نوجوان خاتون (جو قیدیوں میں آئی تھیں)
(۴) ایک اور نوجوان خاتون جس کو اُمّ المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضؓ نے آپ کو ہبہ کیا تھا۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

اولادِ پاک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔

(۱) سیدنا قاسم جو بچپن ہی میں انتقال کرگئے۔

(۲) سیدنا عبداللہ جن کے دو لقب تھے (طیّب و طاہر) یہ بھی مکۃ المکرمہ میں شیرخوارگی کی حالت میں انتقال کیا۔

(۳) سیدنا ابراہیمؓ ۸ھ مدینہ منوّرہ میں انتقال کرگئے، ان کی عمر شریف بھی دو ڈیڑھ سال بیان کیجاتی ہے۔

صاحبزادیوں میں سیدہ زینبؓ، سیدہ رُقیّہؓ، سیدہ اُمّ کلثومؓ، سیدہ فاطمہؓ یہ چاروں صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے سیدنا قاسمؓ، سیدنا عبداللہؓ، اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے پیدا ہوئے اور تیسرے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؓ آپ کی کنیزہ سیدہ ماریہ قبطیہؓ سے پیدا ہوئے ہیں، اور یہ بھی واقعہ ہے کہ سوائے سیدہ فاطمہؓ آپ کی ساری اولاد آپکی حیاتِ طیّبہ میں انتقال کی ہیں، سیدہ فاطمہؓ (خاتونِ جنّت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفاتِ شریفہ کے چھ ماہ بعد انتقال کرگئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت کے ایام میں یکبار اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کے کان میں یہ فرمایا تھا کہ بیٹی میں اس مرض میں وفات پانے والا ہوں، اس پر سیدہ فاطمہؓ

رو پڑی تھیں پھر دوسرے لمحے آپ نے انھیں یہ خوشخبری دی تھی کہ تم پہلی خاتون ہوگی جو میرے بعد وفات پاکر مجھ سے ملاقات کروگی، اسپر سیدہ فاطمہؓ نے مسکرادیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ طیبہ کے بعد کسی خاتون نے سیدہ فاطمہؓ سے اس رونے اور مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو سیدہ نے مذکورہ حقیقت بیان کی، رضی اللہ عنہا

خدّام اور غلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گزاروں میں سرفہرست حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جن کا لقب صاحب السواک والنعلین ہے، (آپکے وضو وطہارت کا انتظام کرنے والے اور آپ کے جوتوں کی حفاظت کرنے والے) اور سیدنا بلال بن رباحؓ (مؤذنِ مسجدِ نبوی) ازواج مطہرات کی گھریلو ضروریات کا انتظام کرنے والے ہیں، حضرت عُقبہ بن عامر الجہنیؓ سفر میں آپ کی سواری کی قیادت کرتے تھے، حضرت اسلع بن شریکؓ یہ بھی آپ کی سواری کا انتظام کیا کرتے تھے، حضرت سعد مولیٰ ابی بکر صدیقؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ایمن بن عُبیدؓ (انہی کی والدہ سیدہ اُم ایمن یہ مبارک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات میں پانی وصفائی کا انتظام کیا کرتی تھیں) رضی اللہ عنہم [1]

---

[1] سیدہ اُم ایمنؓ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن میں نگہداشت وخدمت کرنے والی خاتون ہیں) آپنے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ کسی جنتی خاتون سے نکاح کرے تو اس کو اُم ایمنؓ سے نکاح کرلینا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ بن شُرحبیلؓ ہیں جن کو اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپکی خدمت میں ہبہ کیا تھا پھر آپ نے انھیں آزاد کر کے اپنی کنیزہ سیدہ اُم ایمنؓ سے نکاح کر دیا جن کے بطن سے حضرت اُسامہؓ پیدا ہوئے جو محبوب نبی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ دوسرے حضرت ابو رافع، تیسرے حضرت ثوبانؓ، چوتھے ابو کبشہ سلیمؓ، پانچویں شقرانؓ جن کا نام صالح تھا چھٹے رباح نوبیؓ، ساتویں یسار نوبیؓ (جنکو عُرنیین کی جماعت نے قتل کردیا تھا جس کا قصہ کتب احادیث میں موجود ہے) آٹھویں بدعَم، نویں کرکرہ نوبی جو آپ کے سفر وحضر میں سامان اور بوجھ اُٹھایا کرتے تھے اور جو جنگِ خیبر ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری تھامے ہوئے تھے۔ صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۳۷۵ میں یہ بھی تصریح ہے

حضرت زید بن حارثہ نے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے) سیدہ اُم ایمن سے نکاح کرلیا، انہی سے حضرت اُسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے جو "محبوب نبی" کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں انہی سیدہ اُم ایمنؓ کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ بکثرت روزے رکھا کرتی تھیں ایک موقعہ پر افطار کیلئے انھیں پانی میسر نہ آیا، بے تاب ہوگئیں، اچانک آسمان سے پانی کا بھرا ڈول نازل ہوا سیدہ اُم ایمن نے پانی سے افطار کیا، پھر بعد میں یہ فرمایا کرتی تھیں کہ آسمان کے اس پانی پینے کے بعد زندگی بھر کبھی پیاس نہیں لگی۔ الاصابہ ص۴۱۶

یہی وہ خاتون ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اکثر رویا کرتی تھیں ایک دن سیدنا ابوبکر صدیقؓ وسیدنا عمر الفاروقؓ نے ان سے فرمایا تم اس قدر کیوں رویا کرتی ہو؟ سیدہ نے فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن وفات پانا تھا لیکن میرا رونا وفاتِ پاک پر نہیں ہے بلکہ میں اس لئے رویا کرتی ہوں کہ آپ کی وفاتِ شریفہ کے بعد آسمان سے وحی الٰہی کا سلسلہ بند ہوگیا۔ یہ سننا ہی تھا کہ دونوں حضرات بھی رو پڑے۔ الاصابہ ص۴۱۶

کہ انہی صاحب نے جنگِ خیبر کے مالِ غنیمت میں معمولی سی چیز کا سرقہ کیا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتشِ جہنم کی وعید سنائی تھی، بعض دیگر محدثین نے اس خیانت کا مرتکب مدعم کو قرار دیا ہے، بہرحال یہ دونوں غلام جنگِ خیبر میں مارے گئے۔

دسویں انجشۃ الحادی، گیارہویں سفینہ جن کا نام مہران بن فروخ تھا، بارہویں انسہ ابومشرح، تیرہویں افلح، چودہویں عبید، پندرہویں طہمان، سولھویں حُنین، سترہویں سندر، اٹھارہویں فضالہ یمانی، انیسویں مابور الخصی، بیسویں واقد، اکیسویں ابوواقد، بائیسویں قسام تیئسویں ابوعیب، چوبیسویں ابوموبہیہ۔

خدمت گزار خواتین میں سلمےٰ ام رافع، میمونہ بنت سعد، خضرہ، رضوی، رزینہ، اُم ضمیرہ، میمونہ بنت ابی عیب، ماریہ، ریحانہ شامل ہیں جو ازواج نبی کی خدمت گزاری کیا کرتی تھیں۔

کاتبانِ وحی

وحی الٰہی (قرآن حکیم) کے لکھنے والوں میں اکابر صحابہ شامل ہیں اور یہ طبقہ ملتِ اسلامی میں عظیم المرتبت حیثیت رکھتا ہے، جبرئیل امین جب بھی آیاتِ قرآنی لے کر نازل ہوتے واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے والے صحابہ کو طلب فرماتے اور نازل شدہ کلام لکھوا دیتے۔

ان حضرات میں سرفہرست سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ، عمر الفاروق رضؓ، عثمان الغنی رضؓ، علی المرتضیٰ رضؓ، زبیر بن العوام رضؓ، عامر بن فہیرہ رضؓ، اُبی بن کعب رضؓ، عمرو بن العاص رضؓ، عبداللہ بن الارقم رضؓ، ثابت بن قیس بن شماس رضؓ، حنظلہ بن الربیع رضؓ، مغیرہ بن شعبہ رضؓ، عبداللہ بن رواحہ رضؓ

خالد بن الولید رضؓ، خالد بن سعید بن العاص رضؓ،

(بعض مورخین لکھتے ہیں کہ یہ صاحب پہلے کاتب ہیں جنہوں نے وحی الٰہی لکھی) معاویہ بن ابی سفیان رضؓ، زید بن ثابت رضؓ (جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حاضر باش خصوصی کاتبِ وحی تھے۔) رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

سفراء کرام

صلح حدیبیہ ۶ھ سے واپسی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجم کے سربراہ و بادشاہوں کے نام خطوط لکھے جن میں انھیں اسلام کی دعوت دی گئی، جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ مہر کے بغیر کوئی پیغام قبول نہیں کرتے تو آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی تیار کروائی جس کے نگینہ میں تین سطروں میں اوپر اللہ، بیچ میں رسول، اور نیچے محمد کندہ تھا۔

اللہ
رسول
محمد

خط لکھکر اسپر مہر شریف کو ثبت فرما دیا کرتے۔

۷ھ میں چھ حضرات کو مختلف ممالک کے بادشاہوں کے ہاں اپنا سفیر بنا کر پیغامِ رسالت روانہ فرمایا، پہلے سفیر حضرت عمرو بن اُمیہ الضمری ہیں جنہیں حبشہ کے بادشاہ اصحمہ بن ابجر کے ہاں روانہ فرمایا، اصحمہ رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی تعظیم کی اور اسلام قبول کیا، اصحمہ رضؓ کتاب انجیل کے بڑے عالم تھے، کتاب انجیل میں نبی آخر الزماں کی علامتیں لکھی ہوئی تھیں جنہیں تحقیق کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، جس دن حبشہ میں ان کا انتقال ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی الٰہی سے اس کی اطلاع ہوئی آپ نے مدینہ منورہ میں ان کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی (صحابہ کہتے ہیں کہ نمازِ جنازہ کے وقت ہمیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اصحمہ کا جنازہ

ہمارے سامنے ہے۔)   رضی اللہ عنہ

دوسرے سفیر حضرت دِحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ ہیں جنھیں خط دیکر روم کے بادشاہ قیصر کے ہاں روانہ فرمایا، قیصر روم کا نام ہرقل تھا خط پڑھ کر اُس نے اسلام قبول کرلینے کا ارادہ کیا لیکن بادشاہت اور قوم کی بغاوت کے اندیشہ سے سکوت وخاموشی اختیار کی (بعض مورخین کی تحقیق ہے کہ اس نے اسلام قبول کیا تھا)

تیسرے سفیر حضرت عبداللہ بن حُذافۃ السہمیؓ کو ایران کے بادشاہ کسریٰ جسکا نام ابرویز بن ہُرمُز بن انوشیروان تھا، روانہ فرمایا اس خبیث بے نصیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو چاک چاک کر دیا اور سفیر رسول کی توہین کی، جب یہ خبر آپ تک پہنچی تو آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکلے

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْ مُلْکَہٗ

اے اللہ اس کے ملک وقوم کو چاک چاک کر دے

چوتھے سفیر حاطب بن ابی بلتعہؓ کو اسکندریہ (مصر) کے بادشاہ مقوقس جن کا نام جریح بن مینا تھا روانہ فرمایا، اس نیک دل بادشاہ نے سفیر کا اکرام کیا لیکن اسلام قبول نہیں کیا اور واپسی پر سفیر کے ساتھ چند تحفے دیئے کہ یہ ہدایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے جائیں ان ہدایا میں سیدہ ماریہ قبطیہؓ (جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؓ پیدا ہوئے ہیں) اور ان کی ذو بہنیں سیدہ سیرین، سیدہ قیسری اور ایک جوان سال کنیز اور ہزار مثقال سونا مساوی (چار سیر پچپن تولہ سونا) اور بیس عدد مصری چادریں اور ایک قیمتی خچر جسکو عُفیر کہا جاتا ہے اور ایک عدد اصیل گھوڑا اور کانچ کا ایک قیمتی پیالہ اور اصلی شہد شامل تھا روانہ کئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تحفے پسند آئے اور آپ نے اسمیں برکت کی دعا دی اور ارشاد فرمایا۔

ضَمَّنَ الْخَبِیْثُ بِمُلْکِہٖ وَلَا بَقَاءَ لِمُلْکِہٖ (بے نصیب نے سلطنت کو ترجیح دی حالانکہ اُس کے ملک کو بقاء نہ تھی)

پانچویں سفیر حضرت شجاع بن وہب الاسدیؓ کو شہر بلقار کے سردار حارث بن ابی شمر الغسانی کے ہاں روانہ فرمایا اور اسلام کی دعوت دی۔

چھٹے سفیر حضرت سلیط بن عمروؓ کو ہوزہ بن علی یا ہورہ بن علی اور ثمامہ بن اثال الحنفی سرداران قبیلہ کیجانب روانہ فرمایا ہوزہ بن علی نے سفیر کا اکرام کیا لیکن اسلام قبول نہیں کیا البتہ ثمامہ بن اثال بعد میں مسلمان ہوگئے۔ رضی اللہ عنہ

ان چھ سفراء کے علاوہ ماہِ ذوالقعدہ ۸ھ میں حضرت عمرو بن العاصؓ کو امیر الجلندی کے دولوں بیٹوں جیفر اور عبد کی جانب روانہ کیا، دولوں بیٹوں نے تصدیق کی اور مسلمان ہوگئے۔

آٹھویں سفیر حضرت العلاء بن الحضرمی کو بحرین کے بادشاہ المنذر بن ساوی کے ہاں روانہ فرمایا اور یہ بھی مسلمان ہوگئے۔ رضی اللہ عنہ

نویں سفیر المہاجر بن ابی اُمیہ المخزومی کو یمن کے بادشاہ الحارث بن عبد کُلال الحمیری کے ہاں روانہ فرمایا، اس بادشاہ نے آپکا پیام پڑھکر غور کرنیکا وعدہ کیا۔

دسویں سفیر حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو غزوہ تبوک (۹ھ) سے واپسی کے بعد یمن روانہ فرمایا، یمن کی اکثریت نے اِن دونوں کی دعوت وتبلیغ پر اسلام قبول کیا۔

بارہویں سفیر حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ کو ذوالکلاع اور ذوعمرو کیجانب روانہ فرمایا اِن دونوں نے اسلام قبول کرلیا، جن دنوں حضرت جریر بن عبداللہ ان قبائل میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تیرہویں سفیر حضرت عمرو بن اُمیہ الضمریؓ کو ایک خصوصی مکتوب دیکر مسیلمہ الکذّابؔ) کی جانب روانہ فرمایا، پھر اُسی کی جانب دوسرا مکتوب حضرت السائب بن العوامؓ کے ذریعہ روانہ فرمایا لیکن مسیلمہ ایمان نہیں لایا اس خبیث نے خلافتِ صدّیقیؓ میں اپنی نبوّت کا دعویٰ کیا اور مارا گیا۔ فی النار والسّقر

چودہویں سفیر حضرت السائب بن الزبیرؓ کو فروہ بن عمرو الجذامی کیجانب روانہ فرمایا اور اسلام لانے کی دعوت دی، فروہ بن عمرو قیصرِ روم (روم کے بادشاہ) کا گورنر تھا اس نے اسلام قبول کرلیا اور اپنے اسلام لانے کی اطلاع خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور مسعود بن سعد کے ذریعہ آپکی خدمت میں ہدایا روانہ کئے ایک عدد شہباز نامی خچر جسکو فِضہ کہا جاتا تھا، ایک عدد گھوڑا جس کو الظرف کہا جاتا تھا، ایک عدد حمار جس کا نام یعفور تھا، چند قیمتی کپڑے اور ایک عدد باریک ریشم کی قبا جو سونے کے تاروں سے مزیّن تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب چیزوں کو قبولیت سے نوازا اور ہدایا لانے والے مسعود بن سعد کو ساڑھے بارہ اوقیہ سونا عنایت فرمایا۔

پندرہویں سفیر حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ المخزومی کو مختلف قبائل کے امراء، الحارث، مسروح، نعیم اور بنی عبد کلال کے ہاں شہرِ حمیر روانہ فرمایا، اِن سبکو اپنی رسالت اور اسلام کی دعوت دی، اُن میں اکثر اُمراء و بادشاہوں نے اسلام قبول کیا جس سے اُن کی اپنی قوم بھی داخلِ اسلام ہوگئی اور اسلام دَورِ نبوت ہی میں دُور دراز علاقوں تک پھیل گیا۔

فللّٰہ الحمدُ فی الاُولیٰ وَالآخرۃ

مؤذنینِ رسولؐ

عہدِ نبوّت میں حرمین شریفین (مکۃ المکرمہ مدینہ المنورہ) میں چار مؤذن تھے

حضرت بلال بن ابی رباح جو سیّدنا ابوبکر صدّیقؓ کے غلام تھے، یہ اسلام کے پہلے مؤذن ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مسجد نبوی میں اذان دی ہے۔

دوسرے حضرت عمرو بن ابی مکتوم القرشی العامریؓ (نابینا صحابی)

تیسرے حضرت ابومحذورہؓ اَوس بن معیر الجمحی (مکۃ المکرمہ، المتوفی ۵۹ھ)

چوتھے حضرت سعد القُرظ بن عائذؓ (حضرت عمار بن یاسرؓ کے غلام) مسجد قبا (مدینہ منورہ) کے مؤذن تھے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

اُمَرا اور گورنر

باذان بن سامان بن بلاس الفارسی جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایران کے بادشاہ کسریٰ کی وفات کے بعد یمن پر حاکم مقرر فرمایا، ملک یمن پر اسلام کے یہ پہلے امیر ہیں اور عجمی بادشاہوں میں پہلے بادشاہ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا پھر ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے شہر بن باذان کو یمن (صنعاء) پر حاکم مقرر فرمایا یہ کسی حادثہ میں مقتول ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن سعید کو امیر مقرر فرمایا ان کے علاوہ المہاجر بن ابی اُمیہ المخزومی کو کِندہ اور الصَّدِف (یمن کے علاقے) پر امیر نامزد فرمایا لیکن انھیں روانہ کرنے سے پہلے آپ کا انتقال ہوگیا،

آپ کی وفات شریفہ کے بعد جب عرب میں ارتداد کا فتنہ اُبل پڑا تو سیدنا ابوبکر صدیق نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے انھیں روانہ فرمایا تھا۔

علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیاد بن اُمیہ الانصاری کو شہر حضرموت (یمن) پر حاکم مقرر فرمایا اور حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو زبید، عون، زمع اور الساحل شہروں پر امیر مقرر کیا اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو "الجند" (یمن کا شہر) اور حضرت ابوسفیان صخر بن حرب کو شہر نجران کا[1] اور حضرت عتاب بن اسیدؓ کو مکۃ المکرمہ کا امیر مقرر فرمایا اس وقت حضرت عتاب کی عمر بیس سال تھی۔

حضرت علی بن ابی طالب کو الاخماس (یمن) پر قاضی مقرر فرمایا اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو شہر عمان کا امیر مقرر فرمایا، سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو ۹ھ میں امیر الحج بنا کر صحابہ کی ایک بڑی تعداد کو مکۃ المکرمہ روانہ فرمایا، اسی سال سیدنا علیؓ کو خانہ کعبہ میں سورۃ برأت کی علی الاعلان تلاوت کرنے کیلئے روانہ فرمایا[2]، ان کے علاوہ کثیر صحابہ کو صدقات و زکوٰۃ کی وصولی کا ذمہ دار بنا کر قبائل میں روانہ فرمایا۔ رضی اللہ عنہم

محافظینِ رسولؐ

نبوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں میں عمرو بن عبسۃ السلمی ہیں جو آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

غزوۂ بدر ۲ھ میں جب کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ

---

۱ اور ابوسفیان کے بیٹے یزید بن ابی سفیان کو شہر تیماء کا والی مقرر فرمایا۔
۲ اس سورت میں مشرکین کے لئے چند اعلانات تھے جن سے صلح صفائی کی گئی تھی۔

میں آرام فرما رہے تھے حضرت سعد بن معاذؓ نے پہرہ دیا تھا۔

اور غزوۂ احد ۳ھ میں حضرت محمد بن مسلمہؓ نے آپ کی نگرانی کی خدمت انجام دی ہے۔

غزوۂ خندق شوال ۵ھ میں حضرت زبیر بن العوامؓ نے آپ کی نگرانی کا فریضہ انجام دیا۔

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ الانصاریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور امیر الشرطہ (پولیس آفیسر) تھے۔

صلح حدیبیہ (۶ھ) کے دن حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ہر وقت آپ کے سرہانے برہنہ شمشیر لئے کھڑے رہے۔

سیدنا بلال الحبشیؓ مسجد نبوی میں اذان و اقامت کی خدمت کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو ضروریات کے منتظم تھے، ازواج نبی کے خورد و نوش اور مہمانوں کی ضیافت کا انتظام کیا کرتے تھے۔

حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسیؓ خاتم نبوی (انگوٹھی رسول) کے محافظ تھے۔

اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت رباح الاسودؓ اور حضرت انسؓ بھی اس خدمت پر مامور تھے، ان حضرات کے علاوہ آپ کے محافظین میں حضرت عبّاد بن بشرؓ بھی شامل ہیں۔

جب قرآن حکیم کی آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (مائدہ آیت ۶۷) نازل ہوئی تو آپ کی حفاظت و نگرانی کا کام اُٹھا دیا گیا۔

عہد نبوت میں سیدنا علیؓ اور سیدنا زبیر بن العوامؓ اور سیدنا مقداد بن عمروؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ اور حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الاقلحؓ اور حضرت ضحاک بن سفیان الکلابیؓ مجرموں کی گردن زدنی کیلئے نامزد تھے۔ رضی اللہ عنہم

دربارِ نبوی کے شاعر

تین صحابیٔ رسول حضرت وہب بن مالک السّلمیؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضرت حسان بن ثابتؓ دورِ نبوت میں اسلامی شعراء شمار کئے جاتے تھے، یہ حضرات لسانی جہاد کے مجاہد تھے، اسلام اور رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تذلیل کرنے والے مشرک شاعروں کا شاعری میں جواب دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں جواب دینے کی ہدایت فرمائی ہے اور ان کے لئے دعاءِ خیر بھی کی ہے۔

خطباءِ نبوی

عہدِ نبوت میں عام طور پر حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ کو "خطیبِ رسول اللہ" کہا جاتا تھا، ان کے علاوہ اور بھی واعظ و خطیب تھے جو مختلف قبائل میں وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہم

فارسِ نبوی

حضرت ابوقتادہ الانصاریؓ نبی کے شہسوار کے لقب سے ممتاز تھے، کسی بھی ضروری و موقتی مہم میں انھیں روانہ کر دیا جاتا تھا، اور یہ بہت عمدگی سے مہم سر کر لیتے تھے۔

نبوی ہتھیار اور سامانِ حرب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمشیروں کی تعداد نو عدد بیان کی گئی ہے جن کے عربی نام یہ ہیں۔

ماثور (یہ آپ کی پہلی تلوار ہے جو اپنے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ورثہ میں آپ کو ملی ہے) العضبؐ، ذوالفقار (یہ تلوار ہمیشہ آپ کے پاس رہا کرتی تھی) یہی تلوار فتح مکہ میں آپ کے ساتھ تھی، اس کا قبضہ، دستہ، حلقہ وغیرہ سب چاندی کا تھا، القلعیؐ، البتار، الحتفؐ، الرسوبؐ، المخذمؐ، القضیبؐ (نہایہ ابن اثیر)

اسی طرح آپ کے ہاں سات عدد درع (جنگی لباس) تھے جنکے عربی نام یہ ہیں۔

ذات الفضول (وفاتِ طیبہ کے قریبی زمانے میں یہی درع ابوالشحم یہودی کے ہاں اپنے اہل خانہ کی معاشی ضرورتوں کے تحت ایک سال کیلئے رہن تھی) ذات الوشاح، ذات الحواشی، السعدیہ (اس درع کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ یہ درع سیدنا داؤد علیہ السلام نے اُس وقت زیبِ تن کیا تھا جبکہ انھوں نے ایک معرکۂ جہاد میں جالوت نامی ظالم حکمراں کو قتل کیا ہے (تفصیل کیلئے ہدایت کے چراغ جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۱۰ دیکھئے) فضہ، البتراء، الخرنق، یہ جملہ سات عدد جنگی لباس کے نام ہیں جو آپ معرکۂ جہاد میں استعمال کیا کرتے تھے۔

اسی طرح آپ کی چھ عدد قِسِی (تیر کمانیں) تھیں جنکے عربی نام یہ ہیں۔

الزوراء، الروحاء، الصفراء، البیضاء، السداد، الکتوم (جو غزوۂ اُحد میں ٹوٹ گئی تھی اسکو قتادہ بن النعمان الطغری نے اٹھا لیا تھا)

آپ کا ایک جعبہ (تیر کش) بھی تھا جسکو الکافور کہا جاتا تھا۔

اسی طرح ایک منطقہ (چمڑے کا کمر پٹکا) بھی تھا جس میں چاندی کے تین حلقے تھے، آپ کے جنگی ڈھال کی تعداد تین عدد بیان کیجاتی ہیں۔

پہلی کا نام الزلوق تھا دوسری کا نام الفتق اور تیسری ڈھال جو آپ کو ہدیہ میں ملی تھی اس پر عُقاب پرندے کا چھوٹا مجسّمہ تھا جونہی آپ نے اس پر اپنا دست مبارک رکھا وہ مجسّمہ غائب ہوگیا۔ (لاالہ الااللہ)

آپ کے ہاں پانچ نیزے تھے ان میں ایک کا نام المثوِی اور دوسرے کا نام المثنیٰ تھا۔

ایک حربہ (چھوٹی تلوار) جس کو النبعہ کہا جاتا تھا اور ایک دوسرا بڑا حربہ تھا جسکو البیضاء کہا جاتا تھا، ایک اور چھوٹا حربہ خمدار جسکو العنزہ کہا جاتا تھا، آپ کبھی اس کو اپنے دستِ مبارک میں لئے چلا کرتے تھے اور اسی حربہ کو عیدوں کے موقع پر آپ کے ساتھ رکھا جاتا تھا اور نماز کے وقت اس کو بطور سُترہ آگے رکھدیا جاتا، نیز ایک اور بھی عنزہ (برچھ) تھا۔

آپ کی ایک جنگی ٹوپی لوہے کی تھی جس کو الموشح کہا جاتا تھا، ایک اور جنگی ٹوپی تھی جسکو المتبوغ یا ذوالسبوغ کہا جاتا تھا۔

آپ کے تین عدد جُبّے بھی تھے جو جنگ کے وقت زیب تن کئے جاتے تھے ان میں ایک جبّہ سبز ریشم کا تھا۔

ایک سیاہ رنگ پرچم بھی تھا جس کو العُقاب کہا جاتا تھا اور دیگر الویہ (پرچم) سفید بھی تھے اور کبھی اسمیں زرد رنگ بھی ہوا کرتا تھا)

ایک لواء بڑا مٹیالا پرچم تھا اور اس پر لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا آپ کا ایک خیمہ تھا جسکو الکِنّ کہا جاتا تھا اور ایک خمدار چھوٹی لکڑی جو ایک ہاتھ یا اس سے کچھ زائد لمبی تھی جو چلتے وقت یا سوار ہوتے وقت دستِ مبارک میں

رہا کرتی تھی۔

ایک عدد مخصرہ (کمر کو سہارا دینے والی لکڑی) جسکو العُرجون کہا جاتا تھا۔

ایک قضیب (چھڑی) تھی جسکو الممشوق کہا جاتا تھا، قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ یہ آپ کی شمشیر کا نام ہے، پھر یہ شمشیر یا چھڑی خلفاء اسلام کے ہاں وراثۃً رہی ہے۔

ایک لکڑی کا دستہ تھا جس کا ذکر حدیثُ الکوثر میں بھی آیا ہے کہ آپ اِس دستے سے حوضِ کوثر پر ان بدعتیوں (اہل بدعت) کو دھکا دیتے رہیں گے جو آبِ کوثر پینے کے لئے آئیں گے۔

آپ کا ایک پیالہ ریّان نامی اور دوسرا مُغْنِیہ نامی اور تیسرا اور ایک پیالہ جو چاندی کے تین تار سے مزیّن تھا اور ایک حلقہ تھا جسمیں پیالہ لٹکایا جاتا تھا۔

ایک کانچ کا پیالہ بھی تھا اور ایک لکڑی کا پیالہ جو آپ کے تخت کے نیچے رہا کرتا، رات میں ضرورت کے وقت اسمیں استنجا کیا کرتے تھے۔

اور ایک پتھر کا برتن تھا جسکو المِخْضَب کہا جاتا تھا، اس سے آپ وضو کیا کرتے تھے ایسے ہی ایک اور برتن تھا جسمیں مہندی رکھی جاتی تھی۔

ایک مشکیزہ تھا جسکو الصادرہ کہا جاتا تھا اور ایک قعب (چھوٹا پیالہ) جسکو السّعہ کہا جاتا تھا اور ایک پیتل کا برتن تھا جس سے غسل کیا کرتے تھے اور ایک تیل کا برتن تھا۔

ایک اسکندرانی عِطر دان تھا جس کو شاہِ مقوقس (مصری بادشاہ) نے سیدہ ماریہ قبطیہؓ کے ہمراہ تحفہ میں پیش کیا تھا اسمیں ایک قیمتی آئینہ بھی تھا کبھی کبھی آپ اسمیں نظر ڈالا کرتے تھے۔

اور ایک ہاتھی دانت کی کنگھی بھی تھی اور سُرمہ دانی بھی جس سے آپ سوتے وقت ہر آنکھ میں تین تین سلائی اِثمد کا سُرمہ لگایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

داہنی آنکھ میں تین مرتبہ اور بائیں آنکھ میں دو مرتبہ سُرمہ لگایا کرتے تھے۔

آپ کے ہاں چھوٹا عطاری ڈبہ بھی تھا جسمیں قینچی اور مسواک رکھی جاتی تھی۔

ایک بہت بڑا پیالہ تھا جسکو الغرّار کہا جاتا تھا اس کے چار حلقے تھے جس کو چار آدمی اُٹھایا کرتے تھے۔

اور ایک پیمانہ بھی تھا جس سے صدقۃ الفطر کی مقدار ادا کی جاتی تھی، اور دو پیمانے مُدّ اور قطیفہ نامی تھے۔

ایک چارپائی (تخت) بھی تھا جس کے پیر ہاتھی دانت کے تھے، ایک قبیلہ کے سردار اسعد بن زرارہ نے ہدیہ میں پیش کیا تھا۔

اور ایک چمڑے کا بستر تھا جسمیں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضہ سے آپ کے بستر کے بارے میں پوچھا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک کس قسم کا تھا؟ فرمایا کہ جانور کے بالوں کی موٹی چادر تھی جسکو دوہرا کرکے بچھا دیا جاتا تھا اسی پر آپ آرام فرمایا کرتے تھے۔

لباسِ پاک

آپ کا ایک عمامہ (شملہ) جس کو السّحاب کہا جاتا تھا اس کے نیچے ٹوپی زیبِ تن فرمایا کرتے تھے جو سر مبارک سے چپکی ہوئی رہا کرتی تھی۔

آپ کی عادت شریفہ بغیر عمامہ صرف ٹوپی پہننے کی بھی تھی، ایسے ہی بغیر ٹوپی صرف عمامہ باندھنے کی بھی تھی، آپ سفید ٹوپی استعمال کیا کرتے تھے۔

جب آپ عمامہ زیب تن فرمایا کرتے تو اس کا کچھ حصہ دونوں شانوں کے درمیان لٹکایا کرتے، اور عمامے کو سر پر لپیٹ لیا کرتے تھے اور پیچھے کی طرف آخری حصہ کو لوٹ دیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے دن آپکے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا، اسی حالت میں آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

مؤرخ واقدی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر یمنی تھی جس کی لمبائی چھ ہاتھ اور چوڑائی تین ہاتھ ایک بالشت تھی۔

آپ کا اِزار (تہبند) عُمّانی تھا (شہر عمان) جس کی لمبائی چار ہاتھ ایک بالشت اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت تھی، آپ اس کو جمعہ اور عیدین کے موقع پر زیب تن لیا کرتے پھر اسکو لپیٹ کر رکھ دیا جاتا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین کے موقع پر سُرخ دھاری والی چادر زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی دو چادریں سبز رنگ کی تھیں اور ایک سیاہ رنگ کی چادر اور ایک سُرخ دھاری والی گاڑھی چادر اور ایک جانوروں کے بالوں کی چادر تھی۔

اور آپ کا ایک قمیص سوتی کپڑے کا کم لمبا اور پہنچے سے کچھ کم آستین والا تھا۔

لباس میں آپ کو قمیص اور ہلکی سُرخ دھاری دار چادر پسند تھی، آپ کپڑوں میں سفید رنگ کو زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ایک وقت تنگ آستین والا شامی جُبہ زیب تن کیا تھا اور ایک وقت قبا زیب تن کیا، اور آپ اپنے تہبند کو کچھ آگے جھکایا کرتے تھے اور پیچھے سے کچھ اوپر اُٹھایا کرتے تھے۔

اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ نے ایک پیوند شدہ چادر (کسائً ملبدًا) اور ایک دبیز کپڑے والا اِزار (تہبند) صحابہ کو دکھلایا اور فرمایا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفاتِ شریفہ کے وقت اِن دو کپڑوں میں ملبوس تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری، مسلم، ترمذی باب اللباس)

ابن فارسؒ کہتے ہیں کہ یہ بات عام تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفاتِ طیبہ کے وقت حسب ذیل کپڑے چھوڑے ہیں۔

دو چادریں، ایک عُمانی تہبند، دو ہلکے سرخ دھاری والے کپڑے، ایک سُحولی قمیص، ایک صُحاری قمیص (یہ دونوں یمنی شہر کے نام ہیں) ایک عدد یمنی جُبّہ، ایک کم لمبی قمیص، ایک سفید چادر، تین چار عدد سر کی چھوٹی ٹوپیاں اور ایک عدد ازار جسکی لمبائی پانچ بالشت تھی اور ایک زرد رنگ کی لحاف۔ (ملخصہ)

خاتمِ نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی پھر اُس کو اتار دیا اور صحابہ کو سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا، اس کے بعد چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس کے نگینہ میں "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا، اسی انگوٹھی سے آپ کی وفاتِ شریفہ کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ و سیدنا عمر فاروق رضؓ و سیدنا عثمان غنی رضؓ اپنی عہد خلافت

میں مہر لگایا کرتے تھے۔ پھر یہ انگوٹھی سیّدنا عثمان غنی رضؓ کے عہد خلافت میں (مسجد قبا) کے قریب اَرِیس نامی کنویں میں گر گئی، کافی تلاش کے باوجود مل نہ سکی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت معیقیب اس کے محافظ تھے انہی کے ہاتھ سے کنویں میں گری، ایک اور خمدار لوہے کی انگوٹھی بھی تھی جس کے نگینے پر "محمد رسول اللہ" کا نقش تھا بعض محدثین کہتے ہیں کہ یہ انگوٹھی چاندی کی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا، حضرت معاذ بن جبلؓ نے یمن سے آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا، عموماً آپ اپنی داہنی چھوٹی اُنگلی میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور کبھی بائیں انگلی میں، انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی جانب ہوا کرتا تھا (مسلم، ترمذی) اور جب بیت الخلاء تشریف لیجاتے تو انگوٹھی اتار دیا کرتے تھے (نسائی، ابوداؤد، ترمذی، شمائل)

آپ نے سیدنا علی رضؓ کو درمیانی اور شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔

ایک شخص آپ کی خدمت اقدس میں آیا اس کی انگلی میں لوہے کی انگوٹھی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا میں تجھ پر اہل جہنم کا زیور دیکھ رہا ہوں؟ پھر جب وہ شخص دوبارہ آپ کی خدمت میں آیا تو اس کی انگلی میں پیتل کی انگوٹھی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا، تجھ سے بتوں کی بدبو آرہی ہے پھر جب تیسری مرتبہ آیا تو اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی، آپ نے فرمایا یہ تو اہل جنت کا زیور ہے اِس کو اتار دو۔

اُس شخص نے کہا پھر میں کس دھات کی انگوٹھی بنالوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا چاندی کی لیکن وہ ایک مثقال سے زیادہ وزنی نہ ہو۔ (ایک مثقال مساوی ساڑھے چار ماشہ) مسند احمد

نعلین شریفین

حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی نے آپ کی خدمت میں دو عدد سیاہ رنگ کے

سادے خفین (موزے) ہدیہ پیش کئے تھے (چمڑے کے وہ جوتے جن پر وضو یا غسل میں بجائے پیر دھونے کے مسح کیا جاتا ہے) آپ نے انھیں زیب پا فرمایا اور وضو کے وقت ان پر مسح کیا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اس کے علاوہ اور چند عدد موزے بھی تھے جو آپ کو فتح خیبر میں ملے ہیں۔

آپ کے ہاں بغیر بالوں والا چمڑے کا جوتا تھا جسمیں دو ہیر التسمہ تھا۔ [1]

(ترمذی، احمد)

آپکی سواریاں

گھوڑوں میں اَلسَّکَبْ نامی گھوڑا تھا جس کو الفرس کہا جاتا، آپ نے اسکو ایک دیہاتی سے دس اوقیہ چاندی (مساوی چار سو درہم) میں خریدا تھا، یہ آپ کی پہلی

---

[1] امام طبرانیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنگل میں موزہ پہنا اور دوسرا پہننے کا ارادہ فرما رہے تھے کہ ایک کوّے نے جھپٹ کر موزہ اٹھالیا اور اوپر جاکر پھینکا اسمیں ایک چھوٹا سانپ گھسا ہوا تھا جو اس گرنے کی چوٹ سے باہر نکلا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا اور پھر ایک عام قانون بیان فرمایا کہ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ جب موزے (یا جوتے) پہننے کا ارادہ کرے پہلے اسکو جھاڑ لیا جائے۔ (خصائل نبوی شرح شمائل نبوی)

زمانہ قدیم کے ملک عرب میں ایسا جوتا نہیں ہوا کرتا تھا جیساکہ موجودہ زمانے میں پایا جاتا ہے چمڑے کی ایک چپٹی پر دو تسمہ ہوتے تھے یعنی ہر ہر تسمہ میں دو دو تسمہ ہوا کرتے تھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی کتاب زاد السعید سے اس نعلین مبارک کا نقشہ آخری صفحہ پر نقل کیا گیا ہے۔ تفصیل مذکورہ کتاب میں دیکھی جائے۔

سواری تھی جس کے آپ مالک ہوئے ہیں اس کے علاوہ چھ گھوڑے اور تھے جن کے عربی نام یہ ہیں۔

اَلْمُرْتَجَزْ جو طاقتور اور تیز رو گھوڑا تھا، اللُّحَیْف، اللِّزَاز، الظَرِب، سَبْحہ، الوَرْد،

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کے علاوہ مزید پندرہ گھوڑے تھے۔

گھوڑوں کی زین کے دونوں جانب میں کھجور کی چھال بھری ہوا کرتی تھی۔

آپ کے ہاں سواری کے لئے خچر بھی تھے ایک خچر کا نام دُلدُل تھا جس کو شاہِ مقوقس (مصری) نے تحفہ میں پیش کیا تھا، قوی تر مؤنث خچر تھا۔

دوسرا خچر فروۃ الجذامی (ایک قبیلہ کا سردار) نے آپکی خدمت میں پیش کیا ہے،

ایک تیسرا خچر دومۃ الجندل کے سردار نے بھی پیش کیا ہے۔

یہ بات بھی نقل کیجاتی ہے کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپ کی خدمتِ اقدس میں جو خچر پیش کیا تھا آپ اس پر اکثر سوار ہوا کرتے تھے۔

آپ کے ہاں سواری کے لئے دراز گوش (گدھے) بھی تھے ان میں ایک کا نام عُفَیر تھا یہ طاقتور جانور تھا اس کو شاہِ مقوقس (مصری) نے ہدیہ میں پیش کیا تھا۔

ایک اور سواری کے لئے دراز گوش تھا جس کا نام یَعفور تھا، فروۃ الجذامی (سردار قبیلہ) نے آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ عہد قدیم میں گدھے باربرداری کے اہم ذرائع شمار کئے جاتے تھے)

روایات میں ہے کہ جب یہودیوں کا مشہور زمانہ قلعہ خیبر فتح ہوا تو مالِ غنیمت میں ایک سیاہ رنگ کا دراز گوش گدھا آپ کو ملا جس پر آپ نے سواری بھی کی ہے، اسی جانور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ گر پڑے تھے جس سے آپ زخمی بھی ہوگئے۔

حضرت سعد بن عبادہ نے بھی آپ کی خدمتِ اقدس میں ایک دراز گوش گدھا پیش کیا تھا جس پر آپ سوار ہوا کرتے تھے۔ [1]

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جانوروں میں آپ کے تین اونٹ کے نام یہ ملتے ہیں۔

القصواء، اسی اونٹ پر آپ نے سوار ہو کر مکۃ المکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی ہے۔

العضباء، الجدعاء، العضباء تیز رفتار اونٹنی تھی دوڑ میں سب اونٹوں سے آگے ہو جایا کرتی تھی، صحابہ کرام کو اس کی تیز رفتاری پر فخر تھا، ایک دفعہ ایک کمسن اونٹ کے مقابلہ میں پیچھے رہ گئی، صحابہ کو اس کی شکست پر صدمہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی ہار گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا اللہ کی سنت یہی ہے کہ جو سر اُٹھاتا ہے اس کو گرادیا جاتا ہے۔ (بخاری)

ایک اور اونٹ تھا جس کو الثعلب کہا جاتا تھا، صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کافروں نے اس کو ذبح کر دیا تھا، آپ کے ہاں پینتالیس (۴۵) دودھ دینے والی اونٹنیاں بھی تھیں اور ایک اعلیٰ نسل کی اونٹنی بھی جو دوڑ میں گھوڑوں سے بھی آگے ہو جایا کرتی تھی جسکا نام مہر قریۃ تھا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے قبیلہ بنو عقیل کے جانوروں میں سے انتخاب کرکے آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا تھا۔

جانوروں میں سو عدد بکریاں بھی تھیں آپ اس تعداد سے زائد رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے، جب ان میں ایک آدھے کا اضافہ ہو جاتا تو کسی ایک بکری کو ذبح کر دیتے تاکہ سو کی تعداد برقرار رہے۔ ایک بکری کا نام غوثہ یا غیثہ تھا اور دوسری کا نام قمر،

جانوروں میں ایک سفید رنگ کا مرغ بھی تھا سات عدد عنز (دودھ پلانیوالی بکریاں) بھی تھیں ان میں ایک کا نام الیمن تھا، ان جانوروں کی نگہداشت حضرت اُم ایمن کیا کرتی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) عہد قدیم میں سواری کیلئے عموماً یہی جانور استعمال کئے جاتے تھے ان جانوروں کی نسل بھی اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہوا کرتی تھی اور یہ اُس دور میں زندگی کا قیمتی اثاثہ شمار کیا جاتا تھا، قدیم باشندوں پر قرآن حکیم نے اِن جانوروں کو اپنے خصوصی انعامات میں شمار کیا ہے۔ (انعام آیت ۱۴۲)

تھیں، یہ حبشہ کنیز خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ (آنا) تھیں جو آپ کے والد حضرت عبداللہ کے ترکہ سے آپ کے حصہ میں آئی تھیں پھر آپ نے اِن کا نکاح اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ سے کر دیا تھا انہی کے بطن سے حضرت اُسامہ پیدا ہوئے ہیں جو محبوبِ نبی کے لقب سے مشہور ہیں، یہ مبارک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ طیبہ تک زندہ رہی ہیں آپ ان کو اپنی ماں کہہ کر پکارا کرتے تھے اور جب اِنھیں دیکھتے تو فرمایا کرتے اب یہی میرے خاندان کی یادگار رہ گئی ہیں۔ (مسلم)

(طبقات ابن سعد ج صفحہ ۹۵، تاریخ طبری ج صفحہ ۱۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو ساز وسامان اور جانوروں کی مذکورہ تفصیلات پر علامہ شبلی نعمانی رح اپنی مشہور زمانہ کتاب سیرۃ النبی ج صفحہ ۱۷۵ پر یہ تبصرہ کرتے ہیں۔

مؤرخین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو ساز وسامان اور جانوروں وغیرہ کی جو تفصیلات لکھی ہیں اس سے ایک خالی الذہن انسان کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی ایک والئی سلطنت یا رئیس قبیلہ جیسی تھی (حالانکہ واقعہ اس سے بالکل مختلف ہے) پھر لکھتے ہیں۔

مؤرخ طبری نے ان تمام اشیاء و جانوروں کے نام اور حالات تفصیل سے لکھے ہیں لیکن جب تفتیش کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر روایتیں ہیں وہ سب بلا استثناء مؤرخ واقدی سے ماخوذ ہیں اور اگر وہ قابل اعتبار ہوتے تو حقیقت میں نہایت دلچسپ تھے لیکن اس قسم کی تمام روایات کا "سلسلۂ سند" مؤرخ واقدی سے آگے نہیں بڑھتا۔

(مطلب یہ کہ واقدی کی حیثیت اہل علم کے ہاں ایک تاریخی طالب علم سے زائد نہیں، لہٰذا یہ تفصیلات کچھ زیادہ معتبر نہیں ہیں)

راقم الحروف کا یہ احساس ہے کہ علامہ شبلی کا یہ تبصرہ ایک ذہنی و فکری اشتباہ سے زائد

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

وفاتِ پاک

ماہِ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ماہ مئی ۶۳۲ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول ام المومنین سیدہ میمونہ رضؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے سر مبارک میں درد کی شکایت محسوس کی[1]، پھر یہی درد ام المومنین

(حاشیہ گذشتہ سے پیوستہ)

نہیں، واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں جہاں فقر و فاقہ اور قلتِ مال و منال کے بیشمار واقعات ملتے ہیں وہاں مال و زر، حشم و خدم کے بھی واقعات ملتے ہیں۔ صرف ایک غزوۂ حنین یا غزوۂ خیبر کے مالِ غنیمت کی تفصیل کتب احادیث میں حیرت انگیز طریقہ پر مطالعہ کیجا سکتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفاتِ طیبہ کے وقت کچھ بھی نہ چھوڑا ہے جیساکہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ اور دیگر ازواج مطہرات بیان کرتی ہیں۔

مَاتَرَکَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم دِینَارًا وَلَادِرْہَمًا وَلَابَعِیْرًا وَلَاشَاۃً (ابوداؤد)

مؤرخ واقدی ہوں یا مؤرخ طبری ہوں یا طبقات ابن سعد انئیں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ساز و سامان کی تفصیل کو ذخیرہ کردہ سامان کی حیثیت نہیں دیتا جو بیت النبی کی زیب و زینت رہی ہوں بلکہ حسب ضرورت و تقاضہ آپ نے مذکورہ ساز و سامان اختیار فرمایا پھر وہ تقسیم ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ آخری وقت کا شانۂ نبوت ایسے ہی تھا جس کی تفصیل ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ اور ام المومنین سیدہ جویریہ رضؓ نے بیان کی ہیں کہ آپ نے اپنی وفاتِ شریفہ کے وقت خالی گھر چھوڑا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] (حاشیہ صفحہ ہٰذا) ماہِ صفر ۱۱ھ کے آخری عشرہ کا واقعہ ہے۔

سیدہ زینب بنت جحش کے حجرے میں محسوس فرمایا آخر درد مسلسل رہنے لگا اور شدت اختیار کرتا گیا، تقریباً پانچ یوم اسی حالت میں گزارے پھر اپنی ازواج طاہرات سے یہ خواہش ظاہر کی کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ کے حجرے میں قیام کی اجازت دیں (یہ اس لئے بھی کہ حجرۂ عائشہ رضؓ مسجد نبوی سے متصل تھا) سب ازواج نے نہایت خوشدلی سے آپ کی خواہش کو پسند کیا، آپ نے حجرۂ عائشہ میں اپنا مستقل قیام اختیار فرمالیا، مرض میں اُتار چڑھاؤ ہوتا رہا آٹھ یوم حجرۂ عائشہ میں مقیم رہے اس طرح علالت کے جملہ تیرہ دن گذر گئے، درد سے اسقدر ضعف ہوگیا تھا کہ چلا نہیں جاتا تھا جب تک قوت رہی آپ مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے تشریف لاتے رہے سب سے آخری نماز جو آپ نے مسجد نبوی میں پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی اس نماز میں سورہ مرسلات (پارہ ۲۹) کی قرآت فرمائی۔ عشاء کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کیا نماز ہوچکی؟ صحابہ نے عرض کیا سب کو آنجناب کا انتظار ہے، آپ نے لگن میں پانی بھرواکر غسل کیا پھر اٹھنا چاہا تو غشی آگئی، جب سکون ہوا تو فرمایا کیا نماز ہوچکی؟ صحابہ نے وہی جواب دیا آپ نے پھر غسل فرمایا اور اٹھنا چاہا تو پھر غشی آگئی اس طرح تین مرتبہ ایسے ہی ہوا، آخری بار جب افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھادیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق نے نماز پڑھادی، یہ سلسلہ تین دن تک رہا شبِ جمعہ کی نمازِ عشاء سے دوشنبہ یوم وفات کی فجر تک جملہ سترہ نمازیں سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ نے پڑھائی۔

(بخاری و مسلم کتاب الصلوٰۃ)

وفاتِ طیبہ سے پانچ یوم قبل جمعرات کے دن ظہر کی نماز کے بعد آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو آپکی حیاتِ پاک کا آخری خطبہ تھا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا:

اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ خواہ وہ دنیا کی نعمتوں کو قبول کرے یا اللہ کے حضور (آخرت) میں جو کچھ ہے اس کو اختیار کرے، لیکن اُس بندے

نے آخرت ہی کو قبول کر لیا۔

یہ سنتے ہی ابوبکر صدیقؓ اچانک رو پڑے، صحابہ نے ان کی طرف تعجب سے دیکھا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں اور یہ رونے کی کیا بات ہے؟ بعد میں صحابہ کو معلوم ہوا کہ وہ بندہ خود رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ (وَکَانَ ابوبکرؓ اَعْلَمَنَا)

اِسی خطبہ میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا دیکھو! تم سے پہلی قوموں نے اپنے رسولوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا خبردار تم ایسا نہ کرنا میں تمہیں منع کرکے جاتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

اِنہی کرب و بیقراری کے ایام میں یاد آیا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ کے ہاں چند اشرفیاں رکھوائی تھیں دریافت فرمایا عائشہ! وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے بدگمان ہو کر ملنا نہیں چاہتا، جاؤ ان کو فِی سبیل اللہ صدقہ کر دو، (چنانچہ ایسے ہی کر دیا گیا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۹)

مرض میں کمی و زیادتی تو ہو ہی رہی تھی جس دن وفات ہونیوالی تھی (دوشنبہ پیر) اس روز مزاجِ مبارک میں بڑا سکون اور اطمینان محسوس کیا جا رہا تھا حتیٰ کہ بعض صحابہ کو یقین ہو گیا کہ آپ صحت یاب ہو چکے ہیں۔

اس دن فجر کی نماز کے وقت اپنے حجرۂ شریفہ کا پردہ اٹھا کر صحابہ کو دیکھا جو نماز پڑھ رہے تھے فرطِ مسرت سے صحابہ بے قابو سے ہو گئے قریب تھا کہ نماز میں خلل پیدا ہو جائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری دیدار پاک تھا جو خوش نصیب صحابہ کو میسر آیا۔ فصلوٰتُ رَبِّی وَسَلَامُہٗ علیہ،

جیسے جیسے دن چڑھتا گیا آپ پر بار بار غشی طاری ہونے لگی، اس حالت میں آپکی زبانِ مبارک سے یہ کلمات جاری ہوئے:

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ

اُن لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلیٰ

رفیقِ اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں

وفات کا وقت قریب تر تھا آپ نے مسواک طلب کی اور تندرستوں کی طرح مسواک فرمائی، ابن اسحاقؒ نے کتاب سیرت میں لکھا ہے کہ اچانک سینہ مبارک میں سانس کی گھڑ گھڑاہٹ شروع ہوئی اور لب مبارک ہلنے لگے اور کلماتِ ذیل سُنے گئے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ — نماز اور غلام

(یعنی اِن دونوں کا لحاظ رکھو)

قریب ہی پانی کی لگن تھی اسمیں بار بار دستِ مبارک ڈالتے اور چہرۂ اقدس پر ملتے جاتے اتنے میں دستِ مبارک اٹھا کر انگشتِ مبارک سے اشارہ کیا اور تین مرتبہ فرمایا

بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلیٰ، بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلیٰ بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلیٰ

بس اب کوئی نہیں صرف رفیقِ اعلیٰ درکار ہے، بس اب کوئی نہیں صرف رفیقِ اعلیٰ درکار ہے، بس اب کوئی نہیں صرف رفیقِ اعلیٰ درکار ہے۔

یہ کلمات مقدسہ زبانِ مبارک پر جاری تھے کہ دستِ مبارک گر پڑا، چشم پاک کھل کر چھت کی طرف لگ گئی اور روحِ پاک عالمِ قدس میں پہنچ گئی، اس وقت عمر پاک تریسٹھ سال تھی۔

فصلوٰتُ رَبِّی وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ دَائِمًا اَبَدًا اَبَدًا اَبَدًا،

دن دوشنبہ (پیر) ماہ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ماہ مئی ۶۳۲ء تاریخ کے بارے میں یکم ربیع الاول سے ۱۲ ربیع الاول تک کے اقوال ہیں۔ یکم ربیع الاوّل کے قول کو تاریخی اور روایتی ہر لحاظ سے قوی تر تاریخ قرار دیا گیا ہے (فتح الباری، روض الانف،

امام سہیلیؒ، مورخ امام موسیٰ بن عقبہؒ، محدث امام لیث مصریؒ، محدث ابونعیمؒ)، لیکن عام اور مشہور روایت ۱۲ ربیع الاول کی ہے۔ (تفصیل کیلئے سیرۃ النبی جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ دیکھئے)

ابن اسحاقؒ نے "سیرت" میں لکھا ہے کہ وفاتِ شریفہ دوپہر کو ہوئی لیکن حضرت انس بن مالکؓ سے امام بخاری و مسلم میں روایت موجود ہے کہ دوشنبہ کے دن سہ پہر کے وقت وفات ہوئی، حافظ ابن حجرؒ نے دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی کہ دوپہر ڈھل چکی تھی سہ پہر کا وقت شروع ہو چکا تھا۔ (سیرۃ النبی ج ۲ ص ۱۶۹)

آپ کو انہی کپڑوں میں غسل دیا گیا جو جسم مبارک پر تھے، سیدنا علیؓ نے غسل دیا دونوں ہاتھوں میں کپڑے کی تھیلی (دستانے) پہن رکھا تھا، حضرت عباسؓ کے دونوں بیٹے فضل بن عباسؓ اور قثم بن عباسؓ جسم مبارک کی کروٹیں بدلتے تھے، حضرت اسامہؓ اور حضرت شقرانؓ (خادم خاص)، پانی ڈال رہے تھے، حضرت اوس بن خولی انصاریؓ نگرانی کر رہے تھے۔

غسل کے بعد تین عدد سوتی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں قمیص یا عمامہ جیسا کوئی کپڑا نہ تھا۔ (بخاری و مسلم)

حجرۂ عائشہ میں حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے مدینہ طیبہ کے رواج کے مطابق لحد (بغلی قبر) تیار کی چونکہ زمین پاک نم تھی جس بستر مبارک پر آپ نے وفات پائی وہ بستر قبر شریف میں بچھا دیا گیا۔

پھر جسدِ پاک کو قبر شریف کے کنارے رکھدیا گیا، حجرۂ اقدس میں ایک ایک جماعت داخل ہوتی اور دعا و درود و تکبیرات پڑھ کر باہر نکلتی، صلوٰۃ جنازہ میں کوئی امام نہیں ہوتا تھا تن تنہا ہر شخص نماز ادا کرتا، سب سے پہلے سیدنا عباسؓ نے نماز جنازہ ادا کی، پھر خاندان بنو ہاشم کے افراد نے، اس کے بعد مہاجرین صحابہ نے پھر انصار صحابہ نے پھر عام مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کی، اس طرح دیر گئے رات تک یہ سلسلہ رہا۔

مرض الموت کے دنوں میں ایک دفعہ آپ نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا تھا کہ جب میری تجہیز و تکفین ہو جائے تو تھوڑی دیر کے لئے سب لوگ حجرے سے باہر ہو جائیں سب سے پہلے مجھ پر جبرئیل امین نماز پڑھیں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل اس کے بعد ملک الموت (عزرائیل) اور پھر دیگر فرشتے نماز پڑھیں گے اس کے بعد تم میں سے ایک ایک جماعت حجرے میں داخل ہو اور مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھے۔ (مسند بزار، مستدرک حاکم)

جسدِ پاک کو حضرات سیدنا علیؓ، عباسؓ، فضل بن عباسؓ، قثم بن عباسؓ، شقرانؓ (خادم خاص) رضی اللہ عنہم نے قبر میں اُتارا، نو عدد اینٹوں سے لحدِ پاک کو بند کر دیا گیا پھر قبر شریف کو مٹی سے پُر کر دیا گیا، تربتِ پاک کو کوہان جیسی شکل دی گئی اور اوپر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔

صلوٰۃ و سلام اور تدفین کے بعد ایک روایت کے مطابق تیس ہزار سے زائد صحابہ کرام آنسو بہاتے اپنے گھروں کو واپس ہوتے۔

[1]یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُہٗ ۞ فَطَابَ مِنْ طِیْبِہِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ
نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ ۞ فِیْہِ الْعَفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

اللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا

---

[1] حجرۂ نبوی کی جالی مبارک پر مذکورہ بالا دو شعر کندہ ہیں یہیں سے یہ دو شعر نقل کئے گئے ہیں اشعار کا ترجمہ اہل علم حضرات سے دریافت کرلیا جائے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

ذاتی سِیَر

① حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین تھے اور سب سے زیادہ خوش اخلاق بھی، آپ نہ بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ زیادہ پستہ قد (درمیانہ قد تھا) (بیہقی)

② اسماعیل بن عیاشؒ نے روایت نقل کی ہے کہ آپ لوگوں کی ایذاء پر صبر فرمایا کرتے تھے۔ (ابن سعد)

③ ہند بن ابی ہالہؓ نے ایک طویل روایت میں بیان کیا ہے کہ جب آپ چلنے کیلئے قدم اٹھایا کرتے تو قوت سے پیر اُٹھتا تھا اور قدم مبارک اسطرح رکھتے گویا آگے کو جھک رہے ہیں اور تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے، ایسا معلوم ہوتا کہ آپ بلندی سے پستی میں اتر رہے ہیں۔

جب کسی بازو والی چیز کو دیکھنا چاہتے تو پوری طرح پھر کر دیکھا کرتے (یعنی کن انکھوں سے دیکھنے کی عادت نہ تھی) نگاہ زمین کی طرف رہا کرتی بہ نسبت آسمان کے، اکثر اوقات چلتے وقت صحابہ کو آگے رکھتے اور خود پیچھے چلا کرتے تھے۔

آپ کی عادتِ شریفہ عموماً گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی (مطلب یہ کہ انتہائی تواضع کی وجہ سے پورا سر اُٹھا کر نگاہ بھر کر نہ دیکھتے تھے)

جو شخص بھی آپ سے ملتا تھا آپ ہی پہلے اس کو سلام کرتے۔ (ترمذی)

④ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے کلام میں ترتیل ہوا کرتی

تھی (یعنی آپ ٹھہر ٹھہر کر بات چیت فرماتے تھے تاکہ سننے والا اچھی طرح سمجھ لے، لیکن نہ اس قدر ٹھہر ٹھہر کر کہ سننے والا اس سے اُکتا جائے۔ (ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں یہ بھی اضافہ نقل کیا گیا ہے کہ آپ وعظ و تقریر میں کسی ضروری بات کو تین بار دوہرایا کرتے تھے۔

(مقصود یہ ہوتا تھا کہ اپنے کلام کو عمدہ طریقہ سے ادا کیا جائے جیسا موقعہ ہوا کرتا اس کا لحاظ فرمایا کرتے۔

بعض مخاطب خوش فہم اور جلدی سمجھنے والے ہوتے ہیں ایسے وقت ایک بات کو چند مرتبہ دہرانا غیر مناسب ہوا کرتا ہے۔

اور بعض مخاطب دیر میں بات سمجھتے ہیں اُن کو کئی کئی بار سُنانا مناسب ہوتا ہے اور جہاں ہر قسم کے لوگ ہوں وہاں تین بار بات کو دہرانا مناسب ہوتا ہے اسلئے کہ بعض لوگ اعلیٰ درجے کے فہیم ہوتے ہیں وہ تو اول ہی دفعہ سمجھ لیں گے اور بعض اوسط درجے کی سمجھ رکھتے ہیں وہ دوبارہ میں سمجھ لیں گے اور دوسرے بعض کم فہم قسم کے ہوتے ہیں وہ تین بار میں بخوبی سمجھ لیں گے۔

(اور اگر کہیں اس مقدار سے بھی زیادہ حاجت ہو تو خوش اخلاقی کی بات یہ ہے کہ اس سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔)

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش اخلاقی اور قواعد کی پابندی کا اعلیٰ مرتبہ عطا ہوا تھا جو نہ کسی کو آپ سے پہلے میسر ہوا اور نہ آئندہ میسر ہوگا اور باوجود انتظامی قواعد کی پابندی کے خوش اخلاقی کا برتاؤ کرنا بہت بڑا کمال ہے کیونکہ عام طور پر قواعد کی پابندی اور خوش اخلاقی جمع نہیں ہوتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادتِ شریفہ تھی کہ آپ اس کام میں جس کو خود انجام دیتے خوب اچھی طرح قواعد کی پابندی فرماتے اور دوسروں سے جو ان امور میں غلطی اور کوتاہی ہوتی غصہ

نہ فرماتے البتہ ان کی اصلاح کی غرض سے باقاعدہ اور نرمی سے نصیحت فرمادیتے۔ (ترمذی)

(یہی طریقہ مسلمانوں کو بھی اختیار کرنا چاہیئے کہ انتظامی قواعد کی پابندی اور خوش اخلاقی کی عادت اختیار کریں اور دوسروں کو بھی رغبت دلائیں مگر محض اپنے نفس وغضب کی شفاء کے لئے دوسروں کی کوتاہی پر گرفت نہ کریں البتہ ان کی اصلاح کی غرض سے اگر ضرورت پڑے تو سختی بھی پسندیدہ عمل ہے)

(۵) سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جدا جدا ہوا کرتا تھا جو شخص اس کو سنتا سمجھ لیتا (یعنی واضح اور کھلا کلام ہوتا) ابوداؤد

(۶) سیدہ عائشہ صدیقہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بری عادتوں میں سب سے زیادہ ناگوار جھوٹ ہوا کرتا تھا۔ (بیہقی)

(۷) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو سب کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ یمنی چادر تھی جس میں کئی رنگ ہوتے تھے۔

اور کتاب عزیزی شرح جامع صغیر میں ابن رسلان نے اس پسندیدگی کی یہ وجہ لکھی ہے کہ وہ بہت زیادہ زینت کا کپڑا نہ ہوتا تھا یعنی سیدھا سادہ ہوا کرتا اور میلا بھی کم ہوا کرتا ہے۔ (بیہقی، ابوداؤد، نسائی)

(دراصل آپ اپنے آپ کو دنیا میں مسافر سمجھتے تھے نہ دنیا کی رونق سے تعلق تھا نہ اس کی خوش رنگینیوں سے دلچسپی تھی، یہی طریقہ مسلمانوں کو بھی اختیار کرنا چاہئیے کہ بقدر ضرورت ایسے کپڑے پہن لیا کریں جس سے اچھی طرح ستر ڈھک جائے اور جو سادہ بھی ہوں اور کم میلے ہوتے ہوں تاکہ ان کی زینت اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے اور بار بار دھونے کی بھی حاجت نہ پیش آئے کہ اسمیں وقت صرف ہوتا ہے۔)

بعض روایات میں سفید کپڑوں کی بھی تعریف آئی ہے۔

(۸) سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ

عبادت زیادہ پسندیدہ تھی جو ہمیشہ ادا ہو سکے (یعنی نفلی نماز، روزہ، تلاوت، صدقات وغیرہ اسقدر ادا کرنی چاہیئے جن کو نباہ سکے، یہ نہیں کہ ایک دن تو سب کچھ کرلیا اور دوسرے دن کچھ بھی نہیں، تھوڑی عبادت جو ہمیشہ ہو سکے وہ اُس عبادت سے بہتر ہے جو بہت زیادہ ہو لیکن پابندی نہ ہو سکے البتہ کبھی ناغہ ہو جائے تو حرج نہیں۔) بخاری، ابن ماجہ

(۹) امام مجاہدؒ نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں اس کا اگلا حصہ زیادہ پسند تھا (یعنی دست اور گردن کا حصہ) ابن السنی

(۱۰) سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی چیزوں میں ٹھنڈا میٹھا پانی زیادہ پسند تھا (یعنی جو پانی کھارا نہ ہو) حاکم

حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ پینے کی چیزوں میں آپ کو دودھ بہت زیادہ پسند تھا۔ (ابونعیم)

(۱۱) سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ کو پینے کی چیزوں میں شہد کا شربت زیادہ پسند تھا۔ (ابن السنی، ابونعیم)

(۱۲) حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام قسم کے سالن میں سرکہ زیادہ پسند تھا۔ (ابونعیمؒ)

(۱۳) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ زیادہ آیا کرتا تھا، اور کتاب عزیزی میں سیدہ ام سلیم کی یہ روایت موجود ہے کہ وہ آپ کے پسینے کو اکٹھا کرکے دوسری خوشبو میں ملا لیا کرتی تھیں کیونکہ آپ کا پسینہ خوشبودار ہوا کرتا تھا۔ (مسلم)

ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپکی یہ خوشبو دلہنوں کو لگائی جاتی تھی۔

(۱۴) حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک (داڑھی) کے بال گھنے تھے۔ (مسلم)

(۱۵) سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو پھلوں میں

تر کھجور اور خربزہ زیادہ پسند تھا۔ (ابن عدی)

(١٦) حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے شانہ کا گوشت بہ نسبت اور حصوں کے زیادہ مرغوب تھا۔ (ابونعیم)

(١٧) حضرت ابوواقدؓ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب امام ہوتے تو نماز مختصر پڑھایا کرتے اور جب تنہا نماز پڑھتے تو نماز طویل ہوا کرتی تھی۔ (احمد ونسائی)

(مقصد یہ کہ مقتدیوں کی رعایت کے پیشِ نظر فرض نمازوں میں قرأت اور رکوع سجدہ مختصر کیا کرتے تاکہ پیچھے نماز پڑھنے والوں کو تکلیف نہ ہو کیونکہ ان میں ضعیف، کمزور، بیمار اور حاجت والے ہوا کرتے ہیں، اور تنہائی میں طوالت اسلئے فرمایا کرتے کہ نماز آپکی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اسمیں چین وسکون ملتا تھا (آپ نے خود ارشاد فرمایا جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ (الحدیث) میرا سکون نماز میں رکھا گیا ہے)

(١٨) حضرت عبداللہ بن بُسرؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مکان کے دروازے پر تشریف لے جاتے تو دروازے کے عین مقابل کھڑے نہ ہوتے بلکہ اس کے داہنے ستون کے سامنے کھڑے ہوتے یا بائیں ستون کے سامنے کھڑے ہوتے پھر السلام علیکم فرماتے۔ (احمد، ابوداؤد)

(یہ طریقہ سنت ہے کہ کسی کے گھر جائیں تو دروازے کے مقابل کھڑے نہ ہوں کہ دروازہ کھلنے پر کہیں بے پردگی نہ ہو جائے اور گھر کی مستورات پر نظر پڑ جائے پھر السلام علیکم کہیں، اگر پہلی بار جواب نہ آئے تو دوبارہ سلام کرے پھر بھی جواب نہ ملے تو تیسری بار سلام کہے اور جواب نہ ملنے پر واپس ہو جائے۔)

(١٩) حضرت عکرمہؓ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادتِ شریفہ تھی جب آپ کے پاس کوئی شخص آتا اور آپ اس کے چہرے پر خوشی ومسرت کے آثار محسوس فرماتے تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ (طبقات ابن سعد)

(غرض یہ ہوا کرتی تھی کہ اسکو آپ سے انسیت ومحبت پیدا ہو)

(٢٠) حضرت عتبہؓ نے روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی اجنبی شخص آپ کی خدمت میں آتا تو آپ اس کا نام دریافت فرماتے اگر وہ نام آپکو پسند نہ ہوتا تو اسکو بدل دیا کرتے۔ (ابن مندہ)

(٢١) امام احمدؒ نے روایت نقل کی ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ لایا کرتا (تاکہ آپ اس کو مناسب محل پر خرچ فرمادیں) تو آپ ارشاد فرماتے اے اللہ اس شخص پر رحم فرما (ہم کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کہ جب کوئی شخص ہمارے ذریعہ صدقات وزکوٰۃ تقسیم کروائے یا کسی مدرسے کے لئے چندہ دے تو ہمیں بھی یہی دعا کرنی چاہیئے۔)

(٢٢) سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی پیش آتی تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ،

اور جب کوئی ناگوار حال پیش آتا تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ، (حاکم)

(٢٣) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مالِ غنیمت کا حصہ (لونڈی، غلام، مال واسباب وغیرہ) ملا کرتا تو آپ اپنے سب گھر والوں کو دے دیا کرتے تھے) تاکہ گھر والوں میں باہمی تفریق نہ ہو کہ کسی کو ملے اور کسی کو نہ ملے۔

(احمد، ابن ماجہ)

(سنت طریقہ یہی ہے کہ کسی چیز کی تقسیم میں ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے باہم لوگوں میں رنجش پیدا ہو جائے یا کوئی بگاڑ پیدا ہو یہ تقسیم خواہ عوامی وبرادری میں ہو یا اہل وعیال یا شاگردوں اور مریدوں میں ہو)

(٢٤) سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں جب کھانا لایا جاتا (جس میں اور حضرات بھی آپ کے ساتھ شریکِ طعام ہوتے) تو آپ برتن کے اپنے سامنے والے حصے سے تناول فرماتے اور جب آپکی خدمت میں کھجوریں پیش کیجاتیں تو برتن کے ہر جانب سے کھجور تناول فرماتے تھے۔ (خطیب)

(۲۵) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آپکی خدمت میں نیا پھل پیش کیا جاتا تو آپ اس کو اپنی دونوں آنکھوں سے لگاتے پھر دونوں ہونٹوں سے چھوتے اور فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ كَمَا اَرَيْتَنَا اَوَّلَهٗ فَاَرِنَا اٰخِرَهٗ،

پھر چھوٹے بچوں کو وہ پھل عنایت کر دیتے جو آپ کے پاس اس وقت موجود ہوتے۔ (ابن السنی)

(۲۶) حضرت قاسم بن محمدؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ برتن لایا جاتا جس میں خوشبودار تیل وغیرہ ہوتا تو آپ اس تیل میں اپنی انگلیاں تر فرماتے پھر اس کو جہاں لگانا ہوتا اُن انگلیوں سے استعمال فرماتے۔ (ابن عساکر)

(۲۷) سیدہ حفصہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنے داہنے ہاتھ کو داہنے رخسار کے نیچے رکھ لیتے۔ (طبرانی)

(۲۸) سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب آپ اپنے سر میں تیل لگانے کا ارادہ فرماتے تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں تیل رکھتے، پہلے آنکھ کی بھوؤں کو لگاتے، پھر دونوں آنکھوں پر لگاتے پھر سر پر لگاتے۔

کتاب عزیزی میں ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی داڑھی میں تیل لگانے کا ارادہ فرماتے تو پہلے دونوں آنکھوں پر لگاتے پھر داڑھی میں تیل لگاتے۔ (حکیم الامتؒ لکھتے ہیں کہ یہ روایت میری نظر سے نہیں گذری) واللہ اعلم

(۲۹) حضرت انسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چھوٹی یا بڑی ضرورت (استنجاء) کے لئے بیٹھنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے

کپڑوں کو اس وقت تک اوپر نہ اُٹھاتے جب تک کہ زمین سے قریب نہ ہو جاتے۔

(ابوداؤد، ترمذی، طیالسی)

(یہ اس لئے کہ جب آدمی قضاء حاجت کے لئے بیٹھنا چاہے تو اس سے پہلے ستر کھولنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلا ضرورت ستر کھولنا بُرا ہے)

(۳۰) سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں (بغیر غسل کئے) سونے کا ارادہ فرماتے تو (کم از کم) وضو کر لیا کرتے تھے (پھر سو جاتے) اور جب ایسی ہی حالت (جنابت) میں کھانے پینے کا ارادہ فرماتے تو فقط دونوں ہاتھ (گٹوں) تک دھو لیتے پھر تناول فرماتے۔ (ابوداؤد، نسائی)

(حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے بھی یہی عمل سنت ہے)

(۳۱) حضرت عبداللہ بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لشکر کو رخصت فرماتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَاَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ، (حاکم، ابوداؤد)

(سنت یہی ہے کہ جب کسی کو رخصت کریں تو یہ دعا پڑھنی چاہیئے یہ اس شخص کے دین و دنیا کی سلامتی کے لئے ہے جسکو رخصت کیا جا رہا ہے)

(۳۲) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ جب نیا کپڑا پہنتے تو (عموماً) جمعہ کے دن پہنا کرتے۔ (خطیب)

(۳۳) حضرت عبداللہ بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسواک سے فارغ ہوتے تو قریب میں جو شخص بڑا ہوتا اس کو وہ مسواک عنایت فرما دیتے اسی طرح جب کچھ پانی وغیرہ پیتے تو بچا ہوا حصہ اس شخص کو عنایت کر دیتے جو آپکی داہنی جانب ہوتا۔ (حکیم ترمذی نوادر الاصول)

(آپکی یہ عنایت لوگوں کو برکت پہنچانے کیلئے ہوا کرتی تھی)

(۳۴) حضرت عثمان بن ابی العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بادِ شمالی (شمال کیجانب سے چلنے والی ہوا) چلنے لگتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا پڑھا کرتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَآ اَرْسَلْتَ فِیْھَا۔ (ابن السنی، طبرانی)

(ترجمہ) یا اللہ میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اُس چیز کے شر سے جسکو آپ نے اِس ہوا میں بھیجا ہے۔

(اس دعا کے پڑھنے کی غالباً یہ وجہ تھی کہ ایسی ہوا گذشتہ قوموں پر بطریق عذاب چلائی گئی ہے یا آئندہ بھی چلائی جاتی ہو) واللہ اعلم

(۳۵) اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اپنے گھر والوں میں سے کسی کے بارے میں یہ معلوم ہوتا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے تو آپ اس سے مسلسل ناراض اور رنجیدہ رہتے یہاں تک کہ وہ شخص جھوٹ سے توبہ نہ کرلیتا پھر جب وہ توبہ کرلیتا تو آپ بدستور اس سے راضی ہوجاتے۔

(وجہ یہ تھی کہ جھوٹ ایک کبیرہ گناہ ہے اور گنہگار سے ناراضی ضروری ہے اسلئے آپ ایسے شخص سے اعراض فرماتے تھے، علاوہ ازیں دیگر گنہ گاروں سے آپکا یہی برتاؤ ہوا کرتا تھا) (احمد، حاکم)

(۳۶) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غمگین ہوتے تو اپنی داڑھی مبارک ہاتھ میں لیتے اور اسکو دیکھنے لگتے۔ (شیرازی)

(آپ کا یہ عمل طبعی تھا بطور عبادت یا سنت نہ تھا۔ حکیم الامتؒ) واللہ اعلم

(۳۷) سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غمگین (یا فکرمند) ہوتے تو بار بار داڑھی مبارک کو ہاتھ میں لیا کرتے۔ (ابن السنی، ابو نعیم)

(۳۸) حضرت عُقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی آنکھوں میں سُرمہ لگاتے تو طاق عدد سلائی پھیرا کرتے۔ (احمد)

دوسری حدیث جسکو امام ترمذی نے بیان کی ہے کہ آپ ہر آنکھ میں تین تین سلائی سُرمہ لگاتے تھے۔

(۳۹) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ کھانا تناول فرماتے تو (بعد فراغت) اپنی تین انگلیوں کو (جن سے آپ عموماً کھایا کرتے تھے کما ورد فی الحاکم) چاٹ لیا کرتے (تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی رزق ضائع نہ ہو)۔ مسلم، احمد

(۴۰) حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آپکو کوئی دشواری یا فکر لاحق ہوتی تو اپنا سر مبارک آسمان کیطرف اٹھایا کرتے اور سبحان اللہ العظیم کہا کرتے۔ (ترمذی)

(۴۱) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کام کے لئے روانہ فرماتے تو ارشاد فرماتے لوگوں کو خوشخبری سناؤ (یعنی عام آدمیوں سے خوش کن باتیں کرو دینی و دنیوی امور میں) اور اُن کو نفرت نہ دلاؤ تاکہ وہ لوگ تم سے نفرت نہ کریں (مگر حدِ شرعی کو ہر موقعہ پر ملحوظ رکھنا ضروری ہے، ایسی خوش خبری یا ایسی خوش کن باتیں نہ کرنی چاہئیں جو دین و اخلاق کے خلاف ہوں (اور آسانی کرو سختی نہ کرو (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۴۲) سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کو کسی کی بُری بات معلوم ہوتی تو نصیحت کے وقت یہ نہیں فرماتے کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے کہ وہ ایسا اور ایسا کام کرتا ہے یا ایسی بات کہتا ہے بلکہ آپ یہ فرمایا کرتے لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی اور ایسی باتیں (یعنی بُری باتیں) کہتے ہیں اور ایسے اور ایسے بُرے کام کرتے ہیں۔ (ابوداؤد) (خطا کار کا نام ظاہر نہیں فرماتے تھے۔)

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسن اخلاق تھا، آپ کا یہ مقصود ہوا کرتا تھا کہ خطا کار عام لوگوں میں رسوا نہ ہو اور خود بخود متنبہ ہوجائے)

(۴۳) حضرت صخر بن وداعہؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لشکر کو روانہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو دن کے اولِ وقت (صبح) میں روانہ کرتے

(کیونکہ یہ برکت کا وقت ہے) ابوداؤد، ترمذی

(۴۴) حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کو کھانا تناول فرماتے تو شام کو نہ کھاتے تھے اور جب شام کو تناول فرماتے تو صبح کو نہ کھاتے تھے۔ (ابونعیم)

(مقصود یہ کہ آپ عام طور پر دن میں ایک وقت کھانا تناول فرماتے تھے کبھی صبح کو اور کبھی شام کو)

(۴۵) سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو سے فارغ ہوتے تو دو رکعت نفل نماز (جس کا نام عام لوگوں نے تحیۃ الوضو رکھ لیا ہے) ادا فرماتے پھر فرض نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے۔ (ابن ماجہ)

(۴۶) حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب سردی کا موسم آتا تو آپ جمعہ کی رات کو مکان کے اندر سونا شروع فرماتے اور جب گرمی کا موسم آتا تو جمعہ کی رات کو باہر سونا شروع کرتے اور جب نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اللہ کی حمد (یعنی الحمد للہ یا اس جیسا کوئی کلمہ ادا فرماتے) اور دو رکعت نماز (بطور شکریہ) پڑھتے اور پرانا کپڑا کسی محتاج کو عنایت فرما دیتے۔ (خطیب، ابن عساکر)

(۴۷) حضرت حسن بن محمد بن علیؓ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کچھ مال و متاع صبح کے وقت آتا تو دوپہر تک اپنے پاس نہیں رکھتے اور اگر شام کے وقت آتا تو رات تک نہیں رکھتے تھے (بلکہ فوراً خرچ کر دیا کرتے اور مستحقوں کو دے دیا کرتے) بیہقی، خطیب

(۴۸) محدث بغویؒ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب زیادہ ہنسی آتی تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے (ایسا اتفاق کبھی کبھی ہو جایا کرتا کہ آپ کو زیادہ ہنسی آجائے ورنہ عموماً آپ ایسے موقعوں پر مسکرا دیا کرتے تھے جس کو تبسم

کہا جاتا ہے۔ کذا ورد بسند صحیح)

(۴۹) حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور بات چیت فرماتے پھر وہاں سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو استغفار پڑھا کرتے دس سے پندرہ مرتبہ، (ابن السنی)

(دوسری حدیث میں آیا ہے کہ وہ استغفار یہ تھا أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ،

(کذا فی العزیزی لکن لم اقف علی سندہ، حکیم الامتؒ)

(۵۰) حضرت عبداللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس میں باتیں فرمایا کرتے تو دوران گفتگو آسمان کی طرف نگاہ اٹھایا کرتے تھے (ابوداؤد)

(آسمان کیطرف بار بار نظر اٹھانا فکر آخرت کا تقاضہ تھا)

(۵۱) حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی دشواری پیش آتی تو نفل نماز پڑھا کرتے (اس عمل سے دینوی و اخروی نفع ہوتا ہے اور پریشانی دور ہوتی ہے) احمد، ابوداؤد،

(۵۲) حضرت سعید بن حکیمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی چیز عمدہ معلوم ہوتی تھی اور پھر اس چیز کو نظر لگ جانے کا اندیشہ فرماتے تو یہ دعا پڑھا کرتے[1]
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِ وَلَا تَضُرَّهُ، (ابن السنی)

(۵۳) امام مجاہدؒ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عورت کو اپنے نکاح کا پیغام دیتے اور وہ پیغام منظور نہ ہوتا تو دوبارہ اس کا ذکر نہیں فرماتے (یعنی اصرار

---

[1] آپکی اپنی نظر مبارک سے برے اثر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، آپ کا یہ عمل امت کی تعلیم کیلئے تھا تاکہ امت کے لوگ ایسا ہی پڑھا کریں۔

اور خواہش نہ کرتے، اگر پیغام منظور ہوجاتا تو نکاح کر لیتے ورنہ خاموش ہوجاتے اور نہ کسی پر دباؤ ڈالتے) آپؐ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا اس نے انکار کردیا پھر بعد میں خود اسی عورت نے آپؐ سے نکاح کرنا چاہا آپؐ نے فرمایا ہم نے دوسری عورت سے نکاح کر لیا ہے اب ہم کو حاجت نہ رہی۔

(طبقات ابن سعد)

(۵۴) سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج سے ملاقات کرتے تو بہت خوش دلی اور خاطر داری سے پیش آتے۔

(ابن سعد، ابن عساکر)

(۵۵) حبیب بن صالحؒ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو جوتا پہن کر جاتے اور سر کو ڈھانک لیا کرتے (یعنی ٹوپی پہن لیتے)

(طبقات ابن سعد)

(۵۶) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو اس سے فرماتے:

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی (بخاری)

(کچھ اندیشہ نہیں انشاء اللہ گناہوں کا کفارہ ہوگا)

(۵۷) حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعاء فرماتے تو پہلے اپنے لئے دعا کرتے (پھر اوروں کیلئے دعاء فرماتے تھے)

(طبرانی)

(۵۸) حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خوف (یا اندیشہ) پیش آتا تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، (نسائی)

(۵۹) حضرت سہیلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات یا کسی کام سے راضی ہوتے تھے تو سکوت (خاموشی) اختیار فرماتے۔ (ابن مندہ)

(مطلب یہ کہ کسی بات پر آپؐ کی خاموشی بھی رضامندی کی علامت تھی)

(۶۰) سیدہ ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں جب کسی بیوی کی آنکھ دکھتی (یعنی آنکھ میں تکلیف ہوجاتی) تو آپؐ آرام ہونے تک ان سے ہمبستری چھوڑ دیتے تھے (تاکہ مریض کو کامل آرام ملے) ابونعیم

(۶۱) ابن مبارکؒ اور ابن سعدؒ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازے میں شریک ہوتے تو آپؐ پر خاموشی سی طاری رہا کرتی تھی اور آپؐ دل دل میں موت کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

(ابن المبارک و ابن سعد)

(جنازہ عبرت کا مقام ہے اس کو دیکھکر اپنی موت کو یاد کرنا چاہیئے اور اس تنہائی و بے کسی کا خیال کرنا چاہیئے جو موت کے بعد پیش آنے والی ہے۔

ع یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے۔

(۶۲) حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیا کرتے اور آواز کو پست فرمالیتے تھے۔

(حاکم، ابوداؤد، ترمذی)

(۶۳) سیّدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیک کام شروع فرماتے تو اس کو ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ (مسلم، ابوداؤد)

(یعنی اچھا کام چھوڑنے کے قابل نہیں ہوتا)

(۶۴) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آجاتا اگر آپ کھڑے ہوئے ہوتے تو بیٹھ جاتے اور اگر آپ بیٹھے ہوتے تو لیٹ جاتے۔ ابن ابی الدنیا

(حالت کا بدل دینا غصہ کم کرنے کا علاج ہے اسطرح غصہ ختم ہوجاتا ہے)

(۶۵) حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر پر کچھ دیر ٹھہر جاتے اور آپ کے ہمراہ صحابہ بھی ٹھہرے رہتے، آپ فرمایا کرتے اپنے مردہ بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو اور اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو اسلئے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جاتا ہے۔

(ابوداؤد)

(یعنی دفن کے بعد منکر نکیر کے سوال کرنے کا وقت ہوا کرتا ہے ایسے وقت میت کے ثابت قدم یعنی صحیح جواب دینے کی دعا کرنی چاہیئے تاکہ مُردے کو پریشانی نہ ہو۔)

(۶۶) حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کرتہ پہنتے تو داہنی طرف سے شروع فرماتے تھے (یعنی اول داہنا ہاتھ اس میں داخل فرماتے)

(ترمذی)

(۶۷) حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادتِ شریفہ تھی کہ جب آپ کے صحابہ میں سے کوئی صحابی آپ سے ملاقات کرتا اور وہ ٹھہر جاتا تو آپ بھی ٹھہر جاتے اور جب تک وہ شخص چلا نہ جاتا آپ برابر ٹھہرے رہا کرتے اسی طرح جب آپ کے صحابہ میں سے کوئی آپ سے ملاقات کرتا اور آپ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا تو آپ اس کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیتے اور اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں سے نہ نکالتے تھے جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا، اور عبداللہ بن المبارکؒ کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ اپنا چہرۂ اقدس اس کے سامنے سے نہ پھیرتے تھے جب تک کہ وہ خود اپنا چہرہ آپ کے سامنے سے نہ پھیر لیتا تھا، اور جب آپ کسی صحابی سے ملاقات فرماتے اور وہ صحابی آپ کے کان کے قریب ہونا چاہتا (سرگوشی کے لئے) تو آپ اس کے قریب اپنا کان کر دیتے اور اپنے کان کو نہ ہٹاتے جب تک کہ وہ شخص

فارغ ہو کر خود نہ ہٹتا۔ (ابن سعد)

(۶۸) حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپکے اصحاب میں جو کوئی آپ سے ملتا تو آپ اس سے مصافحہ فرماتے اور اس کے لئے دعا کرتے۔ (نسائی)

(۶۹) حضرت جندب بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ صحابہ سے ملتے تو مصافحہ نہیں کرتے یہاں تک کہ سلام کر لیتے (یعنی پہلے سلام کرتے پھر مصافحہ فرماتے)

(طبرانی)

(۷۰) ابن السُنیؒ نے ایک انصاری کی باندی سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو پکارنا چاہتے اور اس وقت آپ کو اس کا نام یاد نہ آتا تو یا ابنَ عبداللہ کہہ کر آواز دیتے (یعنی اے بندۂ خدا)

(۷۱) حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے پھرتے تھے تو ادھر اُدھر دیکھا نہیں کرتے تھے (یعنی جس سمت جانا ہوتا تھا اسی طرف رُخ مبارک ہوا کرتا) حاکم

(۷۲) ابوداؤد نے بعض آل ام سلمہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا کفن جیسا ہوا کرتا تھا (یعنی جیسے میت کو کفن دیا جاتا ہے اس قسم کا ہوا کرتا تھا نہ قیمتی اور نہ پُرتکلف) اور آپ کی مسجد آپ کے سرہانے تھی (یعنی جب سوتے تھے تو آپ کا سر مبارک مسجد کی جانب ہوا کرتا تھا)

(کذا فی العزیزی)

(۷۳) سیدہ حفصہ بیان کرتی ہیں کہ آپ کا بچھونا ٹاٹ کا تھا۔ (ترمذی)

(دونوں حدیثوں کا ایک ہی مفہوم ہے کہ آپ کا بستر مبارک سیدھا سادہ تھا، نہ نرم و گداز نہ نقش و نگار والا)

(۷۴) حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کُرتہ

ٹخنوں سے اوپر ہوا کرتا تھا (یعنی نصف پنڈلیوں تک جیسا کہ دوسری روایت میں تصریح آئی ہے۔ (کذا فی العزیزی بغیر ذکر سندہ)

اور آپ کے کرتہ کی آستین انگلیوں کے برابر ہوتی تھی، اور دوسری روایت جسکو ابو داؤد اور ترمذی نے نقل کی ہے آستین کی لمبائی ہاتھوں کے گٹوں تک دراز تھی۔ (الغرض دونوں طرح کی آستین پہننا ثابت ہے) حاکم

(۷۵) سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ چمڑے کا تھا جسمیں کھجور کے درخت کی چھال بھری تھی۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(۷۶) حضرت نعمان بن بشیر رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معمولی قسم کے چھوہارے (کھجور) بھی اس قدر میسر نہ تھے جس سے آپ شکم سیری فرمالیں حالانکہ روئے زمین کے خزائن آپ کے پیروں تلے تھے مگر زہد اختیار فرمالیا تھا اور لذات دنیا کو حقیر اور بے قیمت سمجھ کر آپ نے فقر کی حالت اختیار کر لی تھی، اور جو آمدنی ہوتی تھی اسکو ضرورتمندوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ (طبرانی)

(۷۷) حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے کل آئندہ کے واسطے کچھ جمع نہیں رکھتے تھے۔ (ترمذی)

(یومٌ جدیدٌ رزقٌ جدیدٌ کا معاملہ تھا)

(۷۸) حضرت ابن عباس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ چلا کرتے تو لوگوں کو آپ کے آگے سے نہ ہٹایا جاتا تھا اور نہ مارا جاتا تھا (جیسا کہ متکبر بادشاہوں اور امیروں کیلئے راستہ خالی کرنے کے لئے عام لوگوں کو ہٹایا جاتا اور جھڑکا جاتا ہے تاکہ مابدولت کی راہ میں آڑے نہ آئیں) طبرانی

(۷۹) سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن سے

کم میں قرآن شریف ختم نہیں فرماتے تھے۔ (ابن سعد)

(۸۰) محمد بن الحنفیہ رحؒ روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ کسی کام کے کرنے کو جو شریعت میں جائز ہوتا منع نہیں فرماتے تھے اور جب آپ کسی کا سوال پورا کرنے کا ارادہ فرماتے تو ہاں فرمایا کرتے تھے اور جب پورا کرنے کا ارادہ نہ ہوتا تو خاموش رہتے تھے (یہی حالت آپکے انکار کرنے کی سمجھی جاتی تھی۔ اپنی زبان مبارک سے انکار نہیں فرماتے۔) (ابن سعد)

(شمائل عزیزی شرح جامع صغیر ماخوذ از کتاب بہشتی زیور حصہ)

(۸۱) حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو اپنی انگوٹھی نکال کر داخل ہوتے۔

(شمائل ترمذی)

(چونکہ انگوٹھی پر اللہ و رسول کا اسم مبارک لکھا ہوا تھا اسلئے بیت الخلاء میں ایسی چیزوں کو نہ لے جانا چاہیئے، یہی حکم آیات قرآنی کا بھی ہے کہ ایسا تعویذ بھی بیت الخلاء میں لے جانا مکروہ ہے جسمیں متبرک نام اور آیات قرآنی و حدیث کے الفاظ ہوں)

(۸۲) حضرت کعب بن مالک رضؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول کرنے کے بعد اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی)

(۸۳) حضرت ابو جحیفہ رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بہر حال میں تو ٹیک لگا کر نہیں کھایا کرتا۔

(شمائل ترمذی)

(۸۴) حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے فراغت کے بعد باہر تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا

اور وضو کا پانی لانے کیلئے پوچھا گیا، آپ نے فرمایا مجھ کو وضو کرنے کا حکم اسی وقت ہے جب میں نماز کا ارادہ کروں (استنجا سے فارغ ہونے کے بعد یا کھانا تناول کرنے سے پہلے وضو کرنا سنت نہیں ہے۔)

(شمائل ترمذی)

(٨٥) حضرت حسن بن علیؓ اپنے ماموں (سیدہ فاطمہؓ کے ماموں) ہند بن ابی ہالہؓ سے (جو وَصّافِ رسول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و اخلاق کثرت سے بیان کرنے والے کے نام سے مشہور ہیں) عرض کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت بیان کیجئے؟

انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کے غم میں اکثر مشغول رہا کرتے تھے ہر وقت غور و فکر سوار رہا کرتی تھی، کسی وقت آپ کو بے فکری اور راحت و چین نہیں ہوتی تھی، اکثر اوقات خاموش رہا کرتے تھے بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے، آپ کی پوری گفتگو شروع سے آخر تک صاف صاف واضح ہوا کرتی، پر معنے الفاظ ہوا کرتے آپ سخت مزاج نہ تھے کسی کی تذلیل نہیں فرماتے، اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو اس کو بہت بڑی نعمت سمجھتے تھے، دنیاوی امور کی وجہ سے آپ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا، البتہ کسی دینی اور حق بات میں کوئی شخص تجاوز کرتا تو اس وقت آپ کو غصہ آتا پھر کوئی بھی شخص اس غصہ کی تاب نہ لاسکتا تھا اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا یہاں تک آپ اس کا انتقام نہ لے لیں، اپنی ذات کے لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے اور نہ اس کا انتقام لیتے، جب کسی سے ناراض ہوتے تو اپنا چہرۂ مبارک پھیر لیتے تھے اور جب خاموش ہوتے تو حیا و شرم کی وجہ سے آنکھیں بند کر لیتے، آپ کی ہنسی تبسم ہوا کرتی اس وقت دندانِ مبارک موتیوں کی طرح چمک دار ظاہر ہوتے۔

(شمائل ترمذی)

(٨٦) حضرت عبد اللہ بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا (یعنی فکر و غم کرنے والوں میں اس قدر تبسم کرنے والا اور کوئی نہ تھا)

(شمائل ترمذی)

(٨٧) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم سے مزاح[1] بھی فرما لیتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

ہاں ہاں مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔

(شمائل ترمذی)

---

[1] حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے سواری کا جانور طلب کیا آپ نے ارشاد فرمایا ضرور ہم تم کو اونٹنی کا ایک بچہ دیں گے اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اونٹنی کا بچہ لیکر کیا کروں؟ (مجھ کو تو سواری کے لئے اونٹ چاہیئے) آپ نے ارشاد فرمایا ہر اونٹ کسی نہ کسی اونٹنی کا بچہ ہوا کرتا ہے۔

یہی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دیہات کے رہنے والے ایک شخص جن کا نام زاہر بن حرام تھا جب وہ مدینہ طیبہ آتے تو دیہات کی سبزی و ترکاری وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضرور لے آتے تھے اور ان کی واپسی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہری سامان خورد و نوش ان کو عطا فرماتے تھے، آپ کو ان سے محبت تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزاحًا انھیں فرمایا کرتے زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔

حضرت زاہر کی شکل و صورت معمولی قسم کی تھی، ایک مرتبہ یہ بازار میں کھڑے اپنا سامان فروخت کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک تشریف لائے اور پیچھے سے ان کو اسطرح دبوچ لیا کہ وہ آپ کو دیکھ نہ سکے انھوں نے بلند آواز سے کہنا شروع کیا ارے کون ہے

(۸۸) حضرت برار بن عازبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کیلئے بستر مبارک پر لیٹتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دُعا پڑھتے۔

رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تُبْعَثُ عِبَادَكَ

ترجمہ:۔ اے اللہ مجھے قیامت کے دن عذاب سے بچائیے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

ارے کون ہے مجھے چھوڑدے۔

پھر جب انھوں نے آپ کو کن آنکھوں سے دیکھ لیا تو خود اور زیادہ چمٹ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کوئی ہے جو اس غلام کو خریدلے؟

حضرت زاہر نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ مجھے فروخت کر دیں تو مجھکو کھوٹا و کم قیمت پائیں گے، آپنے ارشاد فرمایا نہیں نہیں اللہ کے نزدیک تم کھوٹے نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو۔

(شمائل ترمذی)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالےٰ مجھکو جنت میں داخل فرمادے، آپ نے ارشاد فرمایا جنت میں بوڑھی عورت داخل نہ ہوگی۔

یہ سنکر وہ بوڑھی عورت روتی ہوئی واپس ہونے لگی، آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اسکو کہہ دو کہ کوئی بھی جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ ساری جنتی عورتوں کو نوعمر کنواری لڑکیاں بنادیں گے پھر ان کا داخلہ ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا (الآیۃ)

الواقعۃ آیت ۳۵

(۸۹) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اتنی لمبی نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے کہ قدم مبارک پر ورم آجاتا۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس قدر مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی پوری پوری مغفرت فرمادی ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

(جب اللہ تعالےٰ نے مجھ پر اتنا بڑا انعام واکرام فرمایا ہے) تو کیا میں اس کا شکریہ ادا نہ کروں؟ ؎۱

(شمائل ترمذی)

ترجمہ:۔ ہم نے ان جنتی عورتوں کو خاص طور پر نیا پیدا کیا یعنی انھیں دائمی کنواری عورت بنایا ہے من پسند اور ہم عمر والیاں،

(حکیم الامتؒ لکھتے ہیں کہ اہل جنت مردوں کی ملاقات کے بعد بھی وہ دوبارہ کنواری حالت پر ہوجائیں گی (یعنی دائمی کنواری حالت پر رہیں گی) اللہم ارزقنا ہا اللہم ارزقنا ہا

؎۱ (حاشیہ صفحہ گذشتہ

ایک روایت میں ہے کہ یہ دُعا تین مرتبہ پڑھا کرتے تھے (حصن حصین)

؎۱ (حاشیہ صفحہ ہٰذا) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ عبادت کبھی جنت کے حور و قصور کے شوق میں کیجاتی ہے کہ یہاں قیمت ادا کردی وہاں مال مل جائے گا یہ تاجروں کی عبادت ہے۔ اور کبھی عبادت خوف و اندیشہ کے تحت کیجاتی ہے (کہ کہیں وہاں پکڑے نہ جائیں) یہ غلاموں کی عبادت ہے کہ ڈنڈے کے خوف سے کام کرتے ہیں۔ اور ایک عبادت وہ ہے جو بلا شوق وخوف صرف اللہ کے انعامات کے شکر میں کیجاتی ہو، یہ احرار (مردان حق) کی عبادت ہے۔

(خصائل نبوی ترجمہ شمائل ترمذی)

(٩٠) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تہجد میں صرف ایک آیت کو بار بار پڑھتے رہے۔

(شمائل ترمذی)

(وہ آیت سورۃ المائدہ کے آخری رکوع کی آیت ۱۱۸ تھی)

(٩١) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے اتنا طویل قیام کیا کہ میں ایک بُرے وسوسے میں پڑ گیا، کسی نے پوچھا کہ وہ برا وسوسہ کیا تھا؟ فرمایا کہ میں بیٹھ جاؤں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلے چھوڑ دوں۔

(شمائل ترمذی)

(٩٢) حضرت عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں:

کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ نفل روزوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا؟

سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا:

آپ کسی مہینہ اتنی کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے کہ ہمارا اندازہ یہ ہوتا تھا کہ آپ روزے ترک ہی نہیں کریں گے۔

اور کسی ماہ روزے ہی نہ رکھتے تھے جس پر ہمارا خیال ہوتا تھا کہ اب روزے ہی نہ رکھیں گے لیکن مدینہ طیبہ تشریف آوری کے کچھ عرصے بعد اپنے سوائے رمضان المبارک کسی ماہ پورے ماہ کے روزے نہیں رکھے۔

یہی حال آپ کی رات والی عبادت کا تھا کہ جب کبھی نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہیں تو آپ نماز پڑھتے نظر آتے تھے اور اگر سوتا دیکھنا چاہیں تو سوتا ہوا بھی دیکھا جا سکتا تھا۔

(مطلب یہ کہ رات کا کوئی نہ کوئی حصہ آپ نمازوں میں گذارتے تھے)

(شمائل ترمذی)

(٩٣) سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ [1]

(شمائل ترمذی)

(٩٤) حضرت ابوصالحؒ کہتے ہیں کہ:

میں نے سیدہ عائشہؓ اور سیدہ ام سلمہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کونسا عمل زیادہ پسندیدہ تھا؟

دونوں نے جواب دیا کہ:

جس عمل پر مداومت (پابندی) ہو خواہ وہ عمل چھوٹا کیوں نہ ہو۔

(شمائل ترمذی)

---

[1] حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

پیر و جمعرات کے دن بندوں کے اعمال حضور رب العزت میں پیش ہوتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں پیش ہوں۔

ایک اور حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ پیر و جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی مغفرت کر دیا کرتے ہیں مگر جن دو مسلمانوں میں قطع تعلق ہے ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ انھیں ایسے ہی رہنے دو جب تک کہ یہ آپس میں صلح صفائی نہ کرلیں۔

(خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی)

(۹۵) عبداللہ بن ابی قیسؒ کہتے ہیں کہ

میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ نمازِ تہجد میں قرأت قرآن آواز (جہر) سے پڑھا کرتے تھے یا آہستہ؟

انھوں نے فرمایا کہ دونوں طرح کا معمول تھا۔

میں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہر طرح کی سہولت رکھی۔

(شمائل ترمذی)

(۹۶) حضرت محمد باقرؒ کہتے ہیں کہ

کسی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ سے دریافت کیا کہ آپ کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟

(یعنی کس قسم کا تھا)

انھوں نے فرمایا

آپ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

اسی طرح سیدہ حفصہ رضؓ سے کسی نے یہی سوال کیا تھا تو انھوں نے فرمایا

ایک ٹاٹ تھا جسکو دُہرا کر کے ہم بچھا دیا کرتے تھے ایک دن مجھے خیال آیا کہ اگر اس بستر کو چوہرا کر کے بچھا دیا جائے تو زیادہ آرام دہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایسے ہی کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو دریافت فرمایا

میرے نیچے رات کیا چیز بچھائی گئی تھی؟

میں نے تفصیل بیان کر دی۔

آپ نے فرمایا

اس بستر کو اپنے سابقہ حال پر ہی رہنے دو اس کی نرمی نے تہجد کی نماز سے غافل کر دیا۔

(شمائل ترمذی)

(۹۷) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

مجھے آپ سے تنہائی میں کچھ ضروری بات کرنی ہے

آپ نے ارشاد فرمایا

کسی عام راستہ پر بیٹھ جاؤ میں وہیں آکر بات سن لوں گا۔

(شمائل ترمذی)

(۹۸) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ

صحابہ کرام کے قلوب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ باعزت اور محبوب اور کوئی شخصیت نہ تھی، اس کے باوجود وہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لاتا دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے تھے۔ یہ اس لئے کہ آپ کو اپنے لئے اسطرح کھڑا ہونا پسند نہ تھا۔

(صحابہ کرام آپ کی مرضی کو پورا کرنا چاہتے تھے اور اپنے تقاضے اور جذبات دبالیا کرتے تھے)

(شمائل ترمذی)

(۹۹) حضرت حسین رضؓ نے اپنے والد سیدنا علی رضؓ سے دریافت کیا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہم نشینوں کے ساتھ کیا معاملہ تھا؟

سیدنا علی رضؓ نے فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تین باتوں میں اپنے آپ کو بالکل علیحدہ کر رکھا تھا۔

جھگڑے سے، تکبر سے، بیکار باتوں سے،

اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا

نہ کسی کی مذمت یا برائی فرماتے تھے، نہ کسی کو عیب لگاتے تھے، نہ کسی کے عیب تلاش کرتے تھے۔

آپ صرف وہی کلام فرماتے تھے جو اجر و ثواب کا باعث ہو۔

اثنار گفتگو کسی کی بات کو قطع نہ فرماتے کہ دوسرے کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کریں

(بلکہ بات کرنے والے کی بات مکمل ہونے کے بعد اپنی بات فرماتے)

(شمائل ترمذی)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ

آپ ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے اور اس پر بدلہ بھی دیا کرتے تھے

ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ

ہدیہ سے زیادہ بہتر بدلہ عنایت فرمایا کرتے تھے۔

(شمائل ترمذی)

(۱۰۰) امام ترمذی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں نوے ہزار درہم ہدیہ آئے آپ نے ایک چٹائی پر ڈلوا دیئے اور وہیں پر سارے درہم تقسیم فرما دیئے، ختم ہونے کے بعد ایک ضرورت مند آیا اور درہم طلب کیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا

میرے پاس تو اب کچھ بھی نہ رہا البتہ تم میرے نام سے قرض لے لو جب میرے پاس گنجائش ہوگی میں ادا کر دوں گا۔

سیدنا عمرؓ نے عرض کیا

یا رسول اللہ آپ کے پاس جو کچھ بھی تھا آپ نے دے دیا ہے اور جو چیز آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا پابند نہیں کیا ہے، آپ ایسی زحمت کیوں اختیار فرماتے ہیں؟

حضرت عمرؓ کا یہ مشورہ آپ کو ناگوار گذرا

ایک انصاری صحابی نے عرض کیا

یا رسول اللہ!

آپ کا جس قدر جی چاہے خرچ کیجئے اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کیجئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصاری کی یہ بات بہت پسند آئی

آپ نے تبسم فرمایا جس کا اثر چہرۂ اقدس پر ظاہر ہوا، پھر ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی بات کا حکم دیا ہے۔

(شمائل ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ

ایک موقعہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلالؓ[1] سے فرمایا تھا

أَنْفِقْ يَا بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا، الحديث

اے بلال خرچ کیا کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر،

(خصائل نبوی)

---

[1] سیدنا بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو اخراجات کے منتظم تھے۔

(۱۰۱) زید بن سعنہ جو بہت بڑے یہودی عالم و فاضل تھے اسلام لانے کے بعد اپنا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ :

نبوت کی علامتوں میں (جو پہلی آسمانی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں) کوئی بھی ایسی علامت باقی نہیں رہی جس کو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں دیکھا نہ ہو۔

البتہ دو علامتیں ایسی رہ گئی تھیں جن کے تجربہ کی نوبت ابھی تک پیش نہ آئی تھی۔

ایک تو یہ علامت کہ آپ کا صبر و ضبط آپ کے غصہ پر غالب ہوگا۔

دوسری علامت یہ کہ آپ کے ساتھ جو کوئی بھی جہالت کا برتاؤ کریگا اسیقدر آپ کا ضبط و تحمل اور زیادہ ہوتا جائے گا۔

میں ان دونوں علامتوں کے امتحان کا موقع تلاش کرتا رہا اور آپ کی خدمت میں اپنی آمد ورفت بڑھاتا رہا،

ایک دن آپ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے، حضرت علی رضؓ آپ کے ساتھ تھے ایک دیہاتی شخص آیا اور عرض کیا

یارسول اللہ!

میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے قوم سے کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ تو بھرپور رزق تم کو ملے گا،

اور اب یہ حالت ہے کہ گاؤں میں قحط پڑ گیا، مجھے یہ اندیشہ ہے کہ قوم اسلام سے نکل نہ جائے۔

اگر آپ قوم کی اعانت و مدد فرمادیں تو اندیشہ دور سکتا ہے

زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت علی رضؓ کی جانب نظر کی تو حضرت علی رضؓ نے

عرض کیا،

یارسول اللہ اس وقت تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے ۔

اس پر میں (زید بن سعنہ) نے کہا

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں مقررہ وقت پر مجھے دیدیں تو میں اس کی پیشگی قیمت ابھی دیتا ہوں، اس سے آپ اس دیہاتی مسلمان کی مدد فرمادیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا

یہ تو نہیں ہوسکتا البتہ باغ کی تعیین نہ کرو تو میں تم سے معاملہ کرسکتا ہوں

زید کہتے ہیں

میں نے اس شرط کو قبول کرلیا اور کھجوروں کی قیمت اسّی مثقال سونا (ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اس طرح اکیس تولہ سونا) آپ کو دے دیا

آپ نے وہ سونا اس دیہاتی مسلمان کے حوالہ کردیا

اور فرمایا کہ

انصاف کے ساتھ اس کی تقسیم کردو تاکہ قوم کی ضرورت پوری ہوجائے

اس کے بعد زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ

جب کھجوروں کی ادائیگی کے وقت میں دو تین یوم باقی تھے میں آپ کے پاس آیا اس وقت حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ و حضرت عثمان رضؓ آپ کے پاس تھے میں نے آتے ہی آپ کے کرتے اور چادر کو پکڑ کر نہایت ترش روئی سے کہا

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)،

تم میرا قرض ادا نہیں کرتے خدا کی قسم! میں تم سب اولادِ عبدالمطلب کو خوب جانتا ہوں سب کے سب بڑے نادہندہ قسم کے لوگ ہو، تم سے کیا توقع کیجاسکتی ہے؟

حضرت عمرؓ نے اس وقت مجھکو تیز نگاہوں سے دیکھا اور کہا
او خدا کے دشمن! یہ بکواس کیا ہے؟
اللہ کی قسم!
اگر مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس وقت تیری گردن اڑا دیتا
زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ
اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سکون سے مجھکو دیکھ رہے تھے اور تبسم فرما رہے تھے
پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا
اے عمرؓ!
تم دھمکی دینے کے بجائے اس کو خوش اخلاقی برتنے کی ہدایت کرتے اور مجھکو اس کا حق ادا کرنے کی تلقین کرتے
تمہاری اس تفہیم کے ہم دونوں زیادہ محتاج تھے۔
بہرحال زید کو اپنے ساتھ لے جاؤ
اور اس کا حق ادا کر دو
اور تم نے جو اس کو ڈانٹا دھمکایا ہے اس کے بدلہ میں بیس صاع (تقریبًا دو من کھجوریں) مزید اضافہ کر کے دو
زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ
حضرت عمرؓ مجھے لے گئے اور میرا قرضہ اور بیس صاع کھجوریں دیدیں
میں نے پوچھا
یہ بیس صاع زائد کس لئے دیئے جا رہے ہیں؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے
پھر میں نے کہا
اے عمرؓ!
تم مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟
انھوں نے فرمایا
نہیں!
میں نے کہا
میں زید بن سعنہ ہوں
حضرت عمرؓ نے پوچھا
وہی جو یہودیوں کا بڑا عالم ہے؟
میں نے کہا
ہاں! وہی ہوں
پھر حضرت عمرؓ نے کہا
اے زید!
تم اتنے بڑے عالم ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہو،
میں نے کہا
اے عمرؓ!
علاماتِ نبوت میں سے دو علامتیں ایسی رہ گیئں تھیں جن کا اب تک مجھے تجربہ کرنے کا موقعہ نہ ملا تھا
ایک یہ کہ آپ کا ضبط و تحمل آپ کے غصہ پر غالب ہوگا

دوسرے یہ کہ آپ کے ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ آپکے تحمل کو اور زیادہ کریگا اب میں نے ان دو علامتوں کا بھی تجربہ کرلیا ہے لہٰذا تم کو اپنے اسلام لانے کا گواہ بناتا ہوں اور میری کل جائیداد کا نصف حصہ امت محمدیہ کے لئے صدقہ ہے۔

پھر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اسلام لانے کے بعد زید بن سعنہؓ بہت سے غزوات میں شریک ہوئے آخر کار غزوۂ تبوک ۹ھ میں شہید بھی ہوگئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

(خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی)

وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ
وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

خاکپائے مصطفیٰ
خادم الکتاب والسنۃ
محمد عبدالرحمٰن
استاذ حدیث وتفسیر حال مقیم جدہ
(سعودی عرب)
فون نمبر
6896059

نصیحت شیخ فریدالدین شکر گنجؒ

وقتِ سحر وقتِ مناجات ہے — خیز دراں وقت کہ برکات ہے
نفس مبادا کہ بگوید ترا — خسپ چہ خیزی کہ ابھی رات ہے
بادمِ خود ہمدمِ ہشیار باش — صحبتِ اغیار بُری بات ہے
باتنِ تنہا چہ روی زیں زمیں — نیک عمل کن کہ وہی بات ہے
پندِ شکر گنج بدل وجاں شنو — ضائع مکُن عمر کہ ہیہات ہے

کتاب نقوش سلیمانی ص۴۲
علامہ سلیمان ندویؒ

نقشۂ نعلین شریفین

صلی اللہ علیہ وسلم

